شکستِ
اعدائے
حسینؓ
مؤلف
حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

دیباچہ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم وَعَلٰی آلِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیّٰتِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن.

یکم اکتوبر ۱۹۵۵ء کو بمقام میر پور (آزاد کشمیر) ''قاتلانِ حسینؓ'' کے موضوع پر اہل سنت والجماعت اور اہل تشیع کے مابین ایک مناظرہ ہونا طے پایا تھا۔ اہل سنت والجماعت کی طرف سے جناب ڈاکٹر محمد یعقوب صاحب اور اہل تشیع کی طرف سے جناب احمد علی شاہ صاحب مناظرہ کے منتظم و مہتمم تھے۔ شیعہ حضرات نے اس مناظرہ کے لئے اپنے معروف مناظر مولوی محمد اسماعیل گوجروی کو دعوت دی تھی جبکہ اہل سنت والجماعت کی طرف سے مجھے مدعو کیا گیا تھا۔

حسبِ عادت جب شیعہ مناظر مولوی محمد اسماعیل صاحب دعوت و وعدہ کے باوجود وقت مقررہ اور مقام مقررہ پر بغیر کسی جواز کے تشریف نہ لائے تو منتظمین اور حاضرین بے حد مایوس ہوئے۔ شیعہ منتظمین نے وقتِ مقررہ پر اپنے کسی دوسرے مناظر کو بھی نہ بلا کر اپنی شکست تسلیم کر لی۔ شیعہ حضرات نے بغیر مناظرہ کے شکست اس لئے قبول کر لی تھی کہ ان کے لئے ایسی شکست میدانِ مناظرہ کی یقینی شکست سے بدرجہا بہتر تھی۔

میں نے اس مناظرہ کے لئے جو دلائل مرتب کئے تھے وہ مختصر طور پر اس کتابچے میں شائع کر رہا ہوں۔ اہل تشیع کی اس شکست کی یادگار کے طور پر میں نے اس کتابچے کا نام شکست اعدائے حسینؓ رکھا ہے۔ مجھے امید ہے کہ ہر مکتبِ فکر کے لوگ اس سے کماحقہٗ مستفید اور مستفیض ہوں گے۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ

مولانا اللہ یار خان چکڑالہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

بنیادی سوال

موضوعِ مناظرہ یہ ہے کہ قاتلانِ حسینؓ کون تھے؟
موضوع پر بحث کیلئے مندرجہ ذیل دو امور کی تفصیل میں جانا ضروری ہے۔

۱۔ مدعیان کا دعویٰ۔

۲۔ غیر جانبدار گواہوں کی شہادت۔

لیکن اس سے پہلے مدعیان اور مدعا علیہم کی نشاندہی کر لینا ضروری امر ہے۔ظاہر ہے کہ اس مقدمے میں حضرت حسینؓ حضرت زین العابدینؒ ان کے تمام رفقاء اور اہل خانہ مدعیان ہیں۔ اور قاتلانِ حسینؓ مدعا علیہم۔ اس کے بعد ہمیں اس بات کا جائزہ لینا چاہئے کہ مدعیان نے کسی شخص یا گروہ پر دعویٰ بھی دائر کیا ہے یا نہیں اگر جواب ہاں میں ہے تو پھر تفتیش کے لئے غیر جانبدار گواہوں کی شہادتیں لانی ہونگی۔

لیکن یہ ایک معروف حقیقت ہے کہ کربلا ایک لق ودق صحرا تھا جس کے گرد کسی آبادی کا وجود نہ تھا۔ موقع پر یا تو مقتولین کا گروہ تھا یا قاتلان کا۔ ایسے حالات میں غیر جانبدار گواہوں کا میسر آنا ممکن نہیں مزید پیش رفت کے لئے لامحالہ ہمیں مدعیان کے دعویٰ کی طرف ہی رجوع کرنا ہوگا۔

جب ہم مدعیان کی حیثیت پر غور کرتے ہیں تو یہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہوں گے کیونکہ وہ خانوادۂ رسالت کے چشم و چراغ ہیں جو تمام مسلمانوں کے نزدیک نہایت ہی محترم ہیں اور شیعہ تو انہیں امام معصوم (پاک از گناہِ صغیرہ وکبیرہ) مفترض الطاعۃ اور مامور من اللہ مانتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان کے لئے جھوٹا دعویٰ دائر کرنے کی کوئی وجہ بھی تو موجود نہیں اس لئے غیر جانبدار گواہوں کی عدم موجودگی میں ہمیں قاتلان حسینؓ کی شناخت مدعیان کے دعویٰ کی روشنی میں ہی کرنی ہوگی۔

ان حالات میں جو گواہی بھی لائی جائیگی وہ شہادتِ سماعی (سنی ہوئی) ہوگی نہ کہ چشم دید۔ اور ایسی گواہی میں اس بات کو ملحوظ رکھنا ہوگا کہ گواہ کا سماع قاتلوں کے گروہ کے کسی شخص سے ہے یا مقتولین میں سے۔ اور اس سے بھی اہم بات یہ کہ مطلوبہ شہادت مدعیان کے دعویٰ سے بھی مطابقت رکھتی ہے یا نہیں۔ یعنی کوئی روایت یا خبر جو کسی راوی سے منسوب ہو کر کسی کتاب میں نقل ہوئی ہو تو اسے مدعیان کے دعویٰ کی کسوٹی پر پرکھنا ہوگا کیونکہ غیر جانبدار گواہوں کی عدم موجودگی میں مدعیان کا دعویٰ ہی وہ کسوٹی ہے جس کی مطابقت میں دی گئی گواہی مقبول اور اس کے خلاف دی گئی گواہی مردود قرار پائے گی۔

دعویٰ کے خلاف لائی گئی گواہی کا ایک اور پہلو بھی قابلِ غور ہے وہ یہ کہ جو گواہ مدعیان کے دعویٰ کے خلاف گواہی دے گا وہ دراصل "معصومین" کو جھوٹا بنانے کی جسارت کر رہا ہوگا۔ جو کہ ظاہر ہے ناقابلِ قبول اور ناقابلِ برداشت ہے۔

اس صورت میں یہ سوال کہ "قاتلین حسینؓ کون تھے"؟ یہ صورت اختیار کر گیا کہ "مدعیان کا دعویٰ کن لوگوں پر ہے"؟ اب اس امر کی تحقیق ہر مسلمان پر فرض ہے تاکہ وہ حقیقی مجرم کو ہی مجرم گردانے اور بے علمی کی بناء پر بہتان طرازی کا مرتکب ہو کر اس قرآنی آیت کے تحت مجرم قرار نہ پائے۔

مَنۡ یَّکۡسِبۡ خَطِیۡٓئَۃً اَوۡ اِثۡمًا ثُمَّ یَرۡمِ بِہٖ بَرِیۡٓئًا فَقَدِ احۡتَمَلَ بُہۡتَانًا وَّ اِثۡمًا مُّبِیۡنًا.	جس نے برائی کا کسب کیا یا گناہ کا پھر کسی غافل (بے قصور) کے ذمہ لگایا پس اس نے بہت بڑا بہتان اور واضح گناہ اپنے ذمہ لیا۔

علم ہے جویائے راہ فقر ہے دانائے راہ
اشھد ان لا الٰہ۔ اشھد ان لا الٰہ۔

مدعیان کے بیانات اور قاتلان حسینؓ کی شناخت

گروہ مقتولین کے مشہور ترین ممبران جو قافلہ حسینؓ میں شامل تھے اور جب کے بیانات معتبر شیعہ کتب میں تفصیلاً درج ہیں وہ حضرت حسینؓ، حضرت زین العابدینؒ، حضرت زینبؓ بنتِ حضرت علیؓ حضرت فاطمہؒ بنت حسینؓ اور حضرت ام کلثومؓ بنت حضرت علیؓ ہیں۔

ذیل میں ان مدعیان کے بیانات کتب شیعہ کے حوالوں کے ساتھ مختصراً درج کئے جاتے ہیں تاکہ ہر مکتبۂ فکر کے لوگوں پر عیاں ہو جائے کہ ان کا متفقہ دعویٰ کن لوگوں پر ہے۔ اس کے علاوہ انہی شیعہ کتب سے حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ، حضرت محمد باقرؒ کے بیانات بھی مختصراً درج کر دیئے گئے ہیں تاکہ قاتلانِ حسینؓ کی شناخت کی کاروائی کسی پہلو سے تشنۂ تکمیل نہ رہے اور کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے۔

مدعی اول حضرت حسینؓ کا بیان

کوفہ کی جانب سفر کے دوران جب حضرت حسینؓ زبالہ کے مقام پر پہنچے تو انہیں حضرت مسلمؒ بن عقیل کی شہادت کی خبر ملی۔ اس پر انہوں نے بے ساختہ فرمایا۔

قَدۡ خَذَلَنَا شِیۡعَتُنَا	ہمارے شیعوں نے ہم کو ذلیل کر دیا

(خلاصۃ المصائب صفحہ ۴۹)

ذیل میں حضرت حسینؓ کے عین معرکہ کربلا میں قاتلانِ حسینؓ کے سامنے دیئے گئے تین اہم خطبے درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ "تم پر اور تمہارے ارادہ پر لعنت ہو۔ اے بیوفایانِ جفا کار، غدارو تم پر وائے ہو۔ تم نے ہنگامۂ اضطراب واضطرار میں اپنی مدد کے لئے ہمکو بلایا۔ اور جب میں تمہارا کہنا مان کر تمہاری نصرت اور ہدایت کے لئے آیا تو تم نے شمشیر کینہ مجھ پر کھینچی۔ اپنے دشمنوں کی تم نے یاوری اور مددگاری کی اور اپنے دوستوں سے دستبردار ہوئے"۔

(جلاء العیون مترجم جلد دوم صفحہ ۱۸۲، ۱۸۳ مطبوعہ لاہور)

۲۔ اے شیث بن ربعی! اے حجاز بن الحجر! اے قیس بن الاشعث! اے زید بن الحرث! کیا تم نے مجھے نہیں لکھا تھا کہ پھل پک گئے۔ زمین سرسبز ہوگئی۔ نہریں ابل پڑیں اگر آپ آئیں گے تو اپنی فوجِ جرار کے پاس آئیں گے۔ جلد آیئے"۔ (خلاصۃ المصائب صفحہ ۱۴۸)

۳۔ اور دسویں محرم کا مشہور خطبہ:۔

وَیۡلَکُمۡ یَا اَہۡلَ الۡکُوۡفَۃِ اَنَسِیۡتُمۡ کُتُبَکُمۡ عُہُوۡدَکُمۡ الَّتِیۡ اَعۡطَیۡتُمُوۡہَا وَ اَشۡہَدۡتُمُ اللّٰہَ عَلَیۡہَا وَیۡلَکُمۡ دَعَوۡتُمۡ ذُرِیَّۃَ اَہۡلِ بَیۡتِ نَبِیِّکُمۡ وَ زَعَمۡتُمۡ اِنَّکُمۡ تَقۡتُلُوۡنَ اَنۡفُسَکُمۡ دُوۡنَہُمۡ حَتّٰی اِذَا اَتَوۡکُمۡ سَلَّمۡتُمُوۡہُمۡ اِلَی ابۡنِ زِیَادٍ وَمَنَعۡتُمُوۡہُمۡ عَنۡ مَاءِ الۡفُرَاتِ بِئۡسَ مَا خَلَفۡتُمۡ نَبِیَّکُمۡ فِیۡ ذُرِّیَّتِہٖ مَالَکُمۡ لَا سَقَاکُمُ اللّٰہُ یَوۡمَ الۡقِیَامَۃِ.	"افسوس ہو تم پر اے اہلِ کوفہ کیا تم بھول گئے اپنے خطوں کو اور وہ وعدے جو تم نے کئے تھے اور خدا تعالیٰ کو ان پر گواہ ٹھہرایا تھا تم پر افسوس ہو تم نے لکھا تھا کہ اہلبیت آئیں۔ ہم ان کی مدد اور پیروی میں جانیں تک قربان کر دینگے۔ پھر جب وہ (ہم) آئے تو تم ان کو ابن زیاد کے حوالے کئے دیتے ہو اور ان پر دریائے فرات کا پانی بند کرتے ہو واقعی تم لوگ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے برے اخلاف ہو کہ انکی اولاد کے ساتھ یہ سلوک کرتے ہو۔ خداوند تعالیٰ تمکو قیامت کے دن سیراب نہ کرے (یعنی پانی نہ دے)"۔

(ذبح عظیم بحوالہ ناسخ التواریخ صفحہ ۳۳۵)

لیجئے مجرموں کی شناخت ہو گئی مگر شیعہ حضرات اب شاید یہ دعویٰ کر بیٹھیں کہ حضرت حسینؓ کے مدِ مقابل تمام لوگ تو کوفی نہ تھے۔ اور اگر کوفی تھے تو تمام کے تمام تو شیعہ نہ تھے تو اس کے جواب میں بھی انہیں کی کتابوں سے اقتباسات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

۱۔ خلاصۃ المصائب صفحہ ۲۰۱ پر رقم ہے:۔

لَیۡسَ فِیۡہِمۡ شَامِیٌّ وَلَا حِجَازِیٌّ بَلۡ جَمِیۡعُہُمۡ مِنۡ اَہۡلِ الۡکُوۡفَہ.	(حضرت حسینؓ کی فوج میں) نہ کوئی شامی تھا نہ حجازی بلکہ تمام کے تمام کوفی تھے۔

۲۔ اور شیعہ مجتہد قاضی نور اللہ شوستری اپنی کتاب مجالس المومنین مجلس اول صفحہ ۲۵ پر رقمطراز ہیں:۔

تشیع اہلِ کوفہ حاجت باقامت دلیل ندارد وسنی بودن کوفی الاصل خلافِ اصل ومحتاجِ دلیل است اگرچہ ابو حنیفہ کوفی باشد۔	اہل کوفہ کے شیعہ ہونے پر دلیل قائم کرنے کی ضرورت نہیں۔ اُن کا سُنی ہونا خلاف اصل اور محتاجِ دلیل ہے۔ اگرچہ ابوحنیفہ کوفی تھا۔

مندرجہ بالا خطبوں اور اقتباسات سے درجِ ذیل امور ثابت ہو گئے:۔

۱ حضرت حسینؓ کے مدِ مقابل فوج تمام کی کوفی دستوں پر مشتمل تھی۔

۲ تمام کے تمام کوفی شیعہ تھے۔

۳ کوفی شیعوں نے حضرت حسینؓ کو خطوط لکھے تھے جن میں انہوں نے خُدا کو گواہ رکھ کر وعدہ کیا تھا کہ وہ اہل بیت کی مدد کرینگے۔ اور اس مقصد کے لئے اپنی جانوں کی بازی لگانے سے بھی گریز نہیں کرینگے۔

۴ جب حضرت حسینؓ ان کی دعوت پر تشریف لے گئے تو شیعان کوفہ نہ صرف اپنے وعدوں سے پھر گئے بلکہ مدِ مقابل بن کر سامنے آ گئے۔

۵ شیعانِ کوفہ نے ہی اہلِ بیت پر دریائے فرات کا پانی بند کیا۔

۶ اور آخر کار حضرت حسینؓ اور دیگر اہل بیت کے قتل کے مرتکب ہوئے۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا؟

اگر تھوڑا سا غور وفکر سے کام لیا جائے تو اس کا جواب بھی مل جائے گا۔ حضرت حسینؓ کے خطبوں میں اس کا اشارہ بھی موجود ہے کہ کوفی شیعہ اہل بیت کے لیے اپنے دلوں میں کوئی پرانا بغض۔ کینہ یا عداوت رکھتے تھے جس کی وجہ سے انہوں نے اہل بیت کی محبت کا ڈرامہ کھیلا اور اسکی آڑ میں انہوں نے حضرت حسینؓ اور دیگر اہل بیت علیؓ کو اپنی مکروہ سازش کا نشانہ بنایا اس کینہ کی نشاندھی بھی کچھ مشکل امر نہیں۔ تفصیل تو آگے آئیگی مگر یہاں اتنا بتا دینا کافی ہے کہ خلیفہ دوم حضرت عمرؓ کے دور میں مسلمانوں کے ہاتھوں ایرانیوں کی شکست ہی اس کینہ کی بنیاد تھی یہودی دماغ نے اسی کنیہ سے فائدہ اٹھایا اور ایرانیوں کا ساتھ دینا شروع کر دیا۔ وہ لوگ مسلمانوں سے میدان کارزار میں بدلہ لینے کی سکت نہ رکھتے تھے اسی لیے انہوں نے حُب علیؓ کی آڑ میں اور یہودی ابن سبا (اس وقت کا لارنس آف عریبیا) کی وساطت سے خیبر اور قادسیہ کی ذلت کا انتقام لینے کا پروگرام بنایا۔ سانحہ کربلا صدیوں پر محیط اس انتقامی ابتدائی کڑیوں میں سے ایک کڑی تھی۔

قدرت کا انتقام بھی عجب صورتوں میں نمودار ہوتا ہے۔ سازشیوں نے تو حُبِ علی اور اولادِ علیؓ کے نعرے کو اپنے انتقام کے لیے اپنایا تھا۔ مگر قدرت نے ان کی سازش کو ان پر الٹا دیا۔ ہوا یوں کہ انہی لوگوں کی آنیوالی نسلوں نے اس سازش کو اپنا مذہب سمجھ کر اپنا لیا اور شیعہ مذہب کا نام دیدیا۔ بداء سے تقیے تک اور تقیے سے تبرے تک یہی ان لوگوں کی مبلغ سرمایہ ہے۔ اور یوں انجام کار نسل درنسل یہ لوگ اپنی سازش کا شکار ہوتے چلے گئے۔ اور اب تو اپنے جُرم پر اپنے آپ کو پیٹتے رہنا ہی ان کا ایمان بن چکا ہے۔ جُرم ہی اتنا

سنگین ہے کہ قیامت تک پیٹتے رہنے سے بھی شاید تلافی نہ ہو سکے۔

مدعی دوئم۔ حضرت زین العابدینؒ کا بیان

مدعی اوّل جو کہ سانحہ کربلا کے سب سے اہم اور سب سے مظلوم کردار تھے کا بیان آپ نے ملاحظہ کیا۔ اب اہل تشیع کے دوسرے امام کا بیان ملاحظہ فرمائیں جو کربلا کے واقعات کے عینی شاہد بھی تھے اور گروہ مقتولین کے مردوں میں سے بچ جانے والے اہم ترین فرد بھی۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ مُدعی اول اور دوئم اہل تشیع کے امام ہیں اور بقول اُن کے معصوم، یعنی پاک از گناہ صغیرہ و کبیرہ ہیں۔ اس لیے اُن کے بیانات اول تا آخر حقیقت پر ہی مشتمل ہوں گے۔ مدعی اول کے بیان کے اہم نکات ذہن میں رکھتے ہوئے مدعی دوئم کے بیان کے اہم اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:۔

۱۔ حضرت حسینؓ کے قتل کے بعد جب شیعوں نے حضرت زین العابدینؒ سے اپنی اطاعت اور جان نثاری کا اظہار کیا تو انہوں نے اُن کو یوں دھتکارا:۔

"ہیہات۔ ہیہات۔ اے غدارو! مکارو! تمہاری مرادیں پوری نہ ہوں۔ کیا تم چاہتے ہو کہ مجھے بھی فریب دو ن جیسے تم نے میرے باپ دادا کو اس سے قبل فریب دیا ہر گز نہیں۔ قسم ہے گردش والے آسمانوں کے رب کی۔ اب تک میرے والد کی شہادت کا زخم مندمل نہیں ہوا۔"

(احتجاجِ طبرسی صفحہ ۱۵۷)

۲۔ نیز احتجاجِ طبرسی صفحہ ۱۵۸ پر ہے۔

لَمَّا الَیٰ عَلِیُّ بْنُ الحسینِ زین العابدین بالنِسْوَۃِ مِنْ کَرْبلا وَکانَ مَرِیضاً وَاِذا النِساء اَھْلِ الکوفۃِ یتندِبنَ مُشَقَقَاتِ الْجُیوبِ وَالرِّجالُ مَعَھُنَّ یَبْکُونَ فقالَ زین العابدینَ بصوتِ ضَئِیلٍ فقدْ نَھکَتْہُ العِلّۃُ اِنَّ ھٰؤلاءِ یَبْکُون فمنْ قَتَلنا غیرُھُم۔

جب علی بن حسینؓ (زین العابدینؒ) عورتوں کے ہمراہ کربلا سے چلے اور وہ مرض کی حالت میں تھے دیکھا کہ اہل کوفہ کی عورتیں گریبان چاک کئے ہوئے بین کر رہی ہیں تو امام زین العابدینؒ نے کمزور آواز سے کیونکہ بیماری نے ان کو کمزور کر دیا تھا فرمایا یہ لوگ ہم پر رو رہے ہیں مگر ان کے سوا ہم کو قتل کس نے کیا؟

۳۔ اور اب احتجاجِ طبرسی صفحہ ۱۵۹ بھی ملاحظہ کر لیجے:۔

اَیُّھَا النَّاسُ نَاشدتُکُمْ بِاللّٰہِ ھَلْ تَعلَمُوْنَ اَنَّکُمْ کَتَبْتُمْ اِلیٰ اَبِیْ وَخَدَعْتُموہُ واَعْطَیْتُمُوہُ مِنْ اَنْفُسِکُمُ الْعَھْدَ والْمِیْثَاقَ والْبَیْعَۃَ وَقَاتَلْتُمُوہُ وَخَذَلْتُمُوہُ فَتَبّاً لَکُمْ مَا قَدَّمْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ وَسُوْءِ رَأیِکُمْ بِاَیَّۃِ عَیْنٍ تَنْظُرُوْنَ اِلیٰ رَسُوْلِ اللّٰہِ اِذا یَقُوْلُ لَکُمْ قَتَلْتُمْ عِتْرَتِیْ وَانْتَھَکْتُمْ حُرْمَتِیْ فَلَسْتُمْ مِنْ اُمَّتِیْ۔ فَارْتَفَعَتِ اَصْواتُ النَّاسِ بِالبُکاءِ وَیَدْعُو بَعْضُھُمْ بَعْضاً ھَلَکْتُمْ وَمَاتَعْلَمُوْنَ۔

(حضرت زین العابدین نے اہل کوفہ سے کہا) اے لوگو! میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تم نہیں جانتے کہ تم نے میرے باپ کو خطوط لکھے اور اس کو دھوکہ دیا اور اس سے عہد و پیمان کیا اور اس سے بیعت بھی کی اور تم نے میرے باپ کو قتل کیا اور ذلیل کیا پس خرابی ہو تمھارے لئے جو کچھ تم نے اپنے جانوں کے لئے آگے بھیجا ہے اور بری رائے اپنی کے کس آنکھ سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھو گے۔ جب وہ فرمائیں گے کہ تم نے میری اولاد کو قتل کیا ہے اور میری بے حرمتی کی ہے۔ اور تم میری امت سے نہیں۔

پس لوگوں کے رونے کی آواز بلند ہوئی اور بعض لوگ بعض لوگوں کو پکارتے تھے کہ ہلاک ہو گئے تم جس کا تم کو علم ہے۔

مدعی دوئم کے بیان سے نہ صرف مدعی اول کے بیان کی تصدیق ہو گئی بلکہ مدعی دوئم نے کوفی شیعوں کے خلاف مندرجہ ذیل مزید الزامات عائد کیے۔

۱۔ کوفی شیعہ قاتل اور ذلیل کنندہ امام ہیں۔
۲۔ کوفی شیعوں نے اہل بیتِ علیؓ کی بے حرمتی کی۔
۳۔ کوفی شیعوں کا ماتم کرنا صریح منافقت تھی۔
۴۔ کوفی شیعوں نے مدعی کے باپ کے علاوہ مدعی کے دادا کو بھی فریب دیا تھا۔
۵۔ کوفی شیعہ امتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خارج ہیں۔

یہاں ضمنی طور پر یہ بات بھی ثابت ہو گئی ہے کہ کوفی شیعہ سب سے پہلے ماتمی تھے اور ان کے امام "معصوم" نے ان کے رونے کو مگر مچھ کے آنسوؤں سے تعبیر کیا تھا۔ اب یہ تو شیعہ حضرات خود ہی بتا سکتے ہیں کہ ان کا موجودہ زمانے میں رائج ماتم کس قبیل سے ہے۔

کہیں فریب مسلسل تو اسکا نام نہیں؟

مدعیہ سوئم۔ حضرت زینبؓ بنتِ حضرت علیؓ کا بیان۔

جب کربلا سے روانہ ہو کر اسیرانِ اہلِ بیت حسینؓ کوفہ میں داخل ہوئے تو کوفہ کی عورتوں اور مردوں نے رونا پیٹنا شروع کر دیا۔ ہمشیرہ حضرت حسینؓ نے ان رونے پیٹنے والوں کو مخاطب کرنے کے بعد جو تقریر فرمائی وہ احتجاج طبرسی (مطبوعہ ایران) صفحہ ۱۵۸ پر یوں درج ہے۔

ثُمَّ قالَتْ بَعْدَ حَمْدِاللّٰہِ وَالصَّلٰوۃَ عَلیٰ رَسُوْلِہٖ اَمَّا بَعْدُ یَا اَھْلَالْکُوفَۃِ یَا اَھْلَ الخَتْلِ وَالغَدْرِ وَالْخَذْلِ. اَنْ قَالَتْ الاَبِئسَ مَا قَدَّمَتْ لَکُم اَنْفُسَکُم اِنَّ سَخِطَ اللّٰہُ عَلَیکُمْ وَفِی الْعَذَاب وَاَنْتُمْ خالِدُوْنَ تَبْکُونَ اَیَّ اَجَلٍ وَاللّٰہُ فَابکوا فَاِنَّکُمْ اَجْرِیاءِ بِالبکاءِ فَابْکُوْ کَثِیراً واضْحِکُوْا قَلِیْلاً اِلیٰ اَنْ قالَتِ الشِعْرَ

ثُمَّ اِنْ شَائَتْ مَاذا تَقُوْلُوْنَ اِنْ قالَ مَا ذَا فَعَلْتُم وَاَنْتُمْ وَاٰخِرُ الاُمَمِ بِاَھْلِ بَیْتِیْ وَاَوْلادِیْ بَعْدَ مُفْتَقِدِیْ مِنْھُمْ اُسَارِیٰ وَ مِنْھُمْ ضَرَجُوو بِدَم۔

پھر فرمایا۔ بعد حمد خدا و صلوٰۃ و سلام رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اے اہلِ کوفہ! اے اہلِ جبر و غدر اور ذلیل کنندو۔ مزید فرمایا۔ خبردار برا ہے وہ فعل جو تمہارے نفسوں نے تمہارے لئے آگے بھیجا ہے۔ یہ کہ خدا کا غضب تم پر ہو۔ اور پھر تم ہمیشہ عذاب میں رہو گے۔ کس وجہ سے روتے ہو۔ پس روؤ تم رونے کے لائق ہو۔ پس زیادہ روؤ اور کم ہنسو۔

پھر یہ شعر پڑھے۔

کیا کہو گے جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم تم سے پوچھیں گے کہ تم نے کیا کیا ہے۔ اور تم آخری امت تھے۔ میرے اہلِ بیت اور اولاد کیساتھ۔ میرے بعد ان میں سے کچھ قید ہوئے اور کچھ خون آلودہ کیئے گئے۔

اور جلاالعیون (اردو) صفحہ ۵۰۳ پر باقر مجلسی رافضی نے حضرت زینبؓ کے خطبے کو یوں رقم کیا ہے۔

"اما بعد۔ اے اہلِ کوفہ۔ اے اہلِ غدر۔ مکر و حیلہ! تم ہم پر گریہ و نالہ کرتے ہو اور خود تم نے ہم کو قتل کیا ہے۔ ابھی تمہارے ظلم سے ہمارا رونا بند نہیں ہوا اور تمہارے ستم سے ہماری فریاد و نالہ ساکن نہیں ہوا۔"

مزید دو سطر بعد اسی صفحہ پر ہے۔

"تم نے اپنے لیئے آخرت کا توشہ و ذخیرہ بہت خراب بھیجا ہے اور اپنے آپ کو ابد الاباد تک جہنم کا سزاوار بنایا ہے تم ہم پر گریہ و نالہ کرتے ہو حالانکہ تم نے خود ہی ہم کو قتل کیا ہے۔"

مزید کچھ سطور کے بعد اسی صفحہ پر۔

"اے اہل کوفہ! تمہارے یہ ہاتھ قطع کیئے جائیں۔ تم پر وائے ہو۔ تم نے کن جگر گوشہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کیا اور کن پردہ گانِ اہلِ بیت کو بے پردہ کیا۔ کس قدر فرزندانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تم نے خونریزی کی اور حرمت کو ضائع کیا۔ شیعہ حضرات کے لیئے بددعاؤں اور گریہ کے ہجوم میں حضرت زینبؓ نے بھی وہی بیان دیا ہے جو دیگر مدعیان پہلے دے چکے ہیں۔ اب آجکل کے شیعہ حضرات کے ماتمی جلوسوں کو ذہن میں رکھ کر آپ خود انصاف سے فیصلہ کریں۔ کیا یہ لوگ وہی مگرمچھ کے آنسو بہا کر ہر سال کوفی شیعوں کی سنت تازہ نہیں کرتے؟ بہر حال حضرت زینبؓ کی زبانی بھی شیعہ حضرات مکار، غدار، دھوکہ باز اور ابد الاباد تک جہنم کے سزاوار ثابت ہوئے۔ مبارک ہوں شیعہ حضرات کو یہ خطابات اور انعامات۔

یہ اسکی دین ہے جسے پروردگار دے۔

مدعیہ چہارم۔ حضرت فاطمہؓ بنتِ امام حسینؓ

اسیرانِ کربلا جب کوفہ لائے گئے تو ان میں سے ہر ایک نے شیعانِ کوفہ کے فریب کا پول سرِ عام کھولا۔ اور ان کے مگرمچھ کے آنسوؤں سے ذرہ برابر متاثر نہ ہوئے۔ حضرت فاطمہؓ کا کوفی شیعوں سے خطاب۔ احتجاج طبرسی کے صفحہ ۱۵۷ پر یوں رقم ہے:۔

اَمَّا بعد. یا اھل الکُوفَۃِ یا اھل المکرِ والغَدْرِ و الخُیَلاءِ اِنْ قالتْ فکذَّبْتُمُونَا وکفرْتُمُونَا ورایْتُم قِتالَنَا حَلا لاً وَّاَمْوالَنَا نَھباً کَانَا اَوْلادَالتُرْکِ اَوْ کَابُلَ کَما قَتلْتُمْ جَدَّنا بِالاَمْسِ و سُیُوفُکُم یَقْطُرمِن دِمائِنا اھل البیتِ لِحِقْدِ مُتقدَّم قَرَّتْ بذالِکُم عُیُوْنُکُمْ وَفَرِحَتْ قُلُوْبُکُمْ اِجْتِراءً مِنْکُمْ عَلَی اللّٰہِ وَ مَکَرْتُمْ وَاللّٰہُ خَیْرُالماکرینَ۔

اما بعد۔ اے اہل کوفہ! اے اہل مکر، غدر حیلہ و تکبر تم نے ہماری تکذیب کی اور ہمکو کافر سمجھا اور ہمکو قتل کرنا حلال جانا۔ اور ہمارے مال کو لوٹا مانندِ اولادِ ترک و کابل کے۔ جیسا کہ تم نے ہمارے جدّ امجد (حضرت علیؓ) کو قتل کیا تھا کل کے دن۔ اور تمہاری تلواروں سے ہم اہل بیت کا خون ٹپک رہا ہے۔ سابقی کینہ کی وجہ سے۔ اس سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں اور دل خوش ہوئے۔ تم نے جرأت کی خدا پر اور مکر کیا تم نے اور اللہ تعالیٰ بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔

حضرت فاطمہؓ کا بیان بھی گذشتہ بیانات کی تصدیق کرتا ہے۔ بیان سے ظاہر ہے کہ شیعانِ کوفہ نے آلِ رسول اور اس وقت کے کافر قبائل میں کوئی تفریق نہ کی۔ انہوں نے اہل بیت کے ساتھ بعینہٖ وہی سلوک کیا جو اس وقت کافروں کے ساتھ روا رکھا جاتا تھا یعنی:۔

۱۔ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی۔
۲۔ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کافر سمجھا۔
۳۔ ان کے قتل کو حلال جان کر ان کا خون بہایا۔
۴۔ ان کے مال کو لوٹا۔
۵۔ اور یہ تمام کاروائی کارِ ثواب سمجھ کر سر انجام دی
۶۔ یہ تمام کارروائی کسی سابقہ کینہ کی وجہ سے عمل میں لائی گئی۔
۷۔ اس کاروائی کو کامیابی سے پایہ تکمیل تک پہنچانے سے شیعانِ کوفہ کو دلی سرور حاصل ہوا۔

اس خطبے سے دو اور باتیں بھی معلوم ہوئیں۔ پہلی یہ کہ شیعان کوفہ نے حضرت علیؓ کو بھی انہی وجوہات کی بناء پر قتل کیا تھا۔ دوسری یہ کہ شیعانِ کوفہ کا بعد از قتلِ حسینؓ رونا پیٹنا کسی وقتی مصلحت کی بناء پر تھا۔ اور بعد کی تاریخ شاہد ہے کہ شیعان کوفہ نے رونے پیٹنے کا کھیل اس لئے کھیلا تھا کہ اولادِ علیؓ کو اپنے بھیانک جرم سے لاتعلقی کا یقین دلایا جائے اور یہ جرم کسی اور کے سر تھوپا جائے۔ اس ظاہری محبت کا جھانسا دے کر بچے کھچے افراد کو اسی طرح پھانسا جائے جس طرح حضرت علیؓ کے قتل کے بعد انہوں نے ان کے کنبے کو پھانس لیا۔ لعنت ہو ایسی محبت پر۔

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں ہو۔

مدعیہ پنجم۔ حضرت اُمِ کلثومؓ کا بیان۔

جب اولادِ علیؓ کا لٹا پٹا قافلہ کوفہ میں داخل ہوا تو کوفی عورتوں نے رونا پیٹنا شروع کر دیا۔ ساتھ ساتھ انہوں نے اسیرانِ کربلا کے بچوں میں کھجوریں تقسیم کرنا شروع کر دیں ان حالات میں حضرت اُمّ کلثومؓ کا رّدِ عمل نہ صرف اولادِ علیؓ کی عظمت کا آئینہ دار ہے بلکہ کوفیوں کے قاتلانِ حسینؓ ہونے کا ثبوت بھی۔ یہ تمام واقعہ جلاء العیون صفحہ ۵۰۷ پر یوں درج ہے:۔

حضرت اُمّ کلثومؓ نے کہا۔ اے اہل کوفہ اہل بیت پر تصدق حرام ہے" اور خرمے بچوں کے ہاتھوں سے لے کر زمین پر پھینک دیں۔ زنانِ کوفہ مقربانِ ذوالجلال کے حال پر گریہ کرتی تھیں۔ اُمّ کلثومؓ نے جب انکی صدائے گریہ سنی تو محمل سے آواز دی اور فرمایا۔ اے زنانِ کوفہ! تمہارے مردوں نے ہمارے مردوں کو قتل کیا اور ہم اہل بیت کو اسیر کیا ہے۔ پھر تم کیوں روتی ہو؟

حضرت اُمّ کلثومؓ کا بیان بھی پچھلے تمام بیانات کی تصدیق کرتا ہے اور مجھے امید ہے کہ اب آپ کے ذہنوں میں قاتلانِ حسینؓ کے متعلق کوئی شک و شبہ باقی نہ رہا ہو گا۔ تاہم شیعہ حضرات پر فردِ جرم عائد کرنے سے پہلے ان کے اجتماعی کردار کے متعلق ان سے پہلے دو آئمہ (حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ) اور پانچویں امام (حضرت محمدؒ باقرؒ) سے کیوں نہ پوچھ لیا جائے۔ ان بزرگوں کی گراں قدر آراء کے بعد ہم خود شیعہ حضرات کو اقرارِ جرم کی دعوت دینگے۔

حضرت علیؓ کی رائے

معتبر شیعہ کتب میں خود حضرت علیؓ کی زبانی شیعوں کی بے وفائی، بدسلوکی اور غداری کے متعلق بے حساب مواد موجود ہے۔ یہاں نہج البلاغۃ از قسم اول صفحہ ۷ سے اقتباس پیش کرتا ہوں۔

حضرت علیؓ نے فرمایا۔

"اے مردوں کے ہمشکل نامردو! لڑکوں کی سی سمجھ رکھنے والو! عورتوں کی سی عقل والو! مجھے آرزو ہے کہ کاش میں نے تم کو نہ دیکھا ہوتا اور نہ پہچانا ہوتا یہ پہچاننا ایسا ہے کہ واللہ اس سے پشیمانی حاصل ہوئی اور رنج لاحق ہوا۔ خدا تم کو غارت کرے۔ تحقیق تم لوگوں نے میرا دل پیپ سے بھر دیا۔ اور میرا سینہ غصہ سے لبریز کر دیا۔ تم لوگوں نے مجھے غم کے گھونٹ سانس لے لے کر پلائے۔ اور نافرمانی کر کے اور ساتھ نہ دے کر میری رائے کو خراب کر دیا۔ یہاں تک کہ قریش کے لوگ کہتے ہیں کہ ابن ابی طالب بہادر تو ہے لیکن اس کو لڑائی کے فن کا علم نہیں"۔

ایک اور اقتباس جلاء العیون باب ۳ فصل ۲ صفحہ ۲۲۹ سے نقل کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

"بخدا مجھے منظور ہے کہ حق تعالیٰ مجھے تم میں سے اٹھا لے۔ خداوندا تو جانتا ہے کہ میں ان سے تنگ آ گیا ہوں اور یہ مجھ سے تنگ آ گئے ہیں۔ میں ان سے ملول ہوں اور یہ مجھ سے ملول ہیں۔ خداوندا مجھے ان سے راحت عطا کر اور اس شخص کے ہاتھ مبتلا کر کہ یہ مجھے یاد کریں"۔

اور نہج البلاغۃ صفحہ ۱۸۹ پر درج ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں آرزو کرتا ہوں کہ معاویہ:۔

فَاَخَذَ مِنِّی عَشَرَةً واعطانی رُجُلاً مِنھُم۔	مجھ سے دس آدمی (شیعہ) تم میں سے لے لیں اور اپنا ایک آدمی مجھے دیدیں۔

یعنی حضرت علیؓ اپنے دس شیعہ کے ایمان اور وفاداری کو حضرت معاویہؓ کے ایک آدمی کے برابر سمجھتے تھے۔ یقیناً حضرت علی نے یہ نسبت ابتدائے اسلام کے اس دور سے لی ہوگی جب ایک مسلمان دس کافروں پر بھاری ہوتا تھا۔

اور جلاء العیون صفحہ ۳۳۳ پر لکھا ہے کہ عبدالرحمٰن ابن ملجم نے حضرت علیؓ کی بیعت کی تھی اور بعد از بیعت جناب امیرؓ کو شہید کیا۔ یہ حضرت علی کا پکا مرید تھا مگر شیعہ نے اس کو خارجی مشہور کر دیا۔

حضرت حسنؓ کی رائے۔

احتجاجِ طبرسی مطبوعہ ایران صفحہ ۱۵۰ پر حضرت حسنؓ کی روداد یوں رقم ہے:۔

''زید بن وہب جہنی سے روایت ہے کہ جب حضرت حسنؓ بن علیؓ کو مدائن میں نیزہ مارا گیا تو میں ان کے پاس گیا۔ اس وقت ان کو زخم کی بہت تکلیف تھی میں نے کہا اے فرزندِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپکی کیا رائے ہے۔ لوگ (معاویہؓ ابن ابی سفیان سے بیعت کر لینے پر) بہت متحیر ہو رہے ہیں۔ حضرت حسنؓ نے کہا اللہ کی قسم میں معاویہ کو اپنے لئے ان لوگوں سے زیادہ بہتر سمجھتا ہوں جو اپنے کو میرا شیعہ کہتے ہیں:۔

فَقَالَ اَرَىٰ وَاللّٰه معاويةً حضرت حسنؓ نے کہا بخدا میں معاویہ کو **خَير'' لِیْ مِنْ هٰئُو لَاءِ اَنَّهُمْ** ان لوگوں سے اپنے لئے اچھا سمجھتا ہوں جو **يَزْعَمُوْنَ لِیْ شِيْعَةً''** وَ میرے شیعہ ہونے کے مدعی بھی ہیں اور **ابْتَغَوْا قَتْلِیْ وانتجبوا ثقلِیْ** میرے قتل کے درپے بھی۔ اور جنہوں نے **واخذُوْا مَالِیْ۔** میرا مال واسباب بھی لوٹ لیا۔

بخدا میں معاویہؓ سے کوئی معاہدہ کر لوں جس سے میری جان اور متعلقین کی حافظت ہو جائے یہ بہتر ہے اس سے کہ شیعہ مجھے قتل کر دیں اور میرے متعلقین ضائع ہو جائیں واللہ اگر معاویہؓ سے لڑتا تو شیعہ میری گردن پکڑ کر مجھے معاویہؓ کے حوالے کر دیتے واللہ عزت کے ساتھ معاویہؓ سے صلح کرنا اس سے بہتر ہے کہ وہ مجھے گرفتار کر کے قتل کریں یا احسان رکھ کر آزاد کریں۔ یہ احسان ان کا بنی ہاشم پر قیامت تک رہے گا۔ اور معاویہؓ برابر اس احسان کا اظہار ہمارے زندہ اور مردہ پر کرتے رہیں گے۔''

اس بیان کے آئینے میں کربلا کے واقعات کا تجزیہ کر کے قاتلانِ حسینؓ کی شناخت خود کر لیجئے۔

کھول کر آنکھیں میرے آئینۂ گفتار میں
آنیوالے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ

اور جلاء العیون باب ۴ فصل ۵ صفحہ ۳۱۲ پر درج حضرت حسنؓ کی پیشین گوئی تو علامہ اقبالؒ کے اس شعر کی تاریخہ تشریح معلوم ہوتی ہے۔ آپ نے اپنے شیعوں سے فرمایا ''مجھے فریب دیا جس طرح اپنے پہلے امام (حضرت علیؓ) کو تم نے فریب دیا۔ اور نہیں معلوم میرے بعد کس امام سے تم مقاتلہ کرو گے''

حضرت محمد باقرؒ کا بیان

حضرت محمد باقرؒ شیعوں کے پانچویں امام ہیں۔ واقعہ کربلا کے وقت انکی عمر کوئی تین یا چار سال ہوگی۔ ذیل میں ان کا بیان جلاء العیون کے صفحہ ۳۲۶ سے نقل کیا جاتا ہے۔ بیان کردہ واقعات انہوں نے یقیناً اپنے والد محترم حضرت زین العابدینؒ اور گھر کے دیگر بزرگوں سے سنے ہوں گے اس لئے شیعہ حضرات کسی صورت میں بھی اس بیان کو غلط یا جھوٹ ثابت نہیں کر سکتے حضرت نے شیعوں کے متعلق بات کرتے ہوئے فرمایا:۔

''امیر المومنینؓ سے بیعت کی۔ پھر ان سے بیعت شکستہ کی اور ان پر شمشیر کھینچی اور امیر المومنینؓ ہمیشہ ان سے بمقام مجادلہ اور محاربہ تھے اور ان سے آزار و مشقت پاتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کو شہید کیا۔ اور پھر ان کے فرزند امام حسنؓ کی بیعت کی۔ اور بیعت کے بعد ان سے بدعہدی کی اور مکر کیا اور چاہا کہ ان کو دشمن کے حوالے کر دیں۔ اور اہلِ عراق ان کے سامنے کھڑے ہو گئے اور ان کے پہلو میں خنجر مارا اور ان کا خیمہ لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ آپکی لونڈیوں کے پاؤں سے خلخال (پازیب) اتار لیں۔ اور آپکو پریشان کر دیا۔ حتیٰ کہ آپ نے معاویہؓ سے صلح کر لی اور اپنی اور اپنے اہلِ بیت کی جانوں کی حفاظت کر لی۔ اہلِ بیت ان کے بہت تھوڑے تھے پھر بیس ہزار اہلِ عراق نے امام حسینؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اور جن لوگوں نے ان کی بیعت کی تھی انہوں نے ان پر تلوار چلائی اور ابھی آں حضرت کی بیعت انکی گردنوں میں تھی کہ آپکو شہید کر دیا۔''

حضرت محمد باقرؒ کے بیان سے پہلے پانچ مدعیان کے بیانات کی تائید و تصدیق کے علاوہ مندرجہ ذیل امور کی بھی مزید وضاحت ہوگئی:۔

۱۔ اہل بیت کے ساتھ محبت کے پردے میں شیعہ اہلِ بیت کے بدترین دشمن ہیں۔

۲۔ شیعہ مذہب میں ابتداء سے ہی آئمہ کو پریشان اور قتل کرنے کا دستور رائج رہا ہے۔

اقرارِ جرم

کتب شیعہ سے منقول مدعیان کے بیانات اور دیگر اقتباسات سے یہ بات تو پایۂ ثبوت کو پہنچی کہ قاتلانِ حسینؓ کوفی شیعہ تھے۔ انہوں نے ہی اہل بیت پر دریائے فرات کا پانی بند کیا اور طرح طرح کی اذیتیں دیکر اہلِ بیت کو شہید کیا اور بعد ازاں رو پیٹ کر 'دھوئے گئے وہ ایسے کہ بس پاک ہو گئے'

یہاں فطری طور پر یہ سوال ذہن میں ابھرتا ہے کہ مدعا علیہم اپنے سنگین جرم کا اقرار بھی کرتے ہیں یا نہیں کیونکہ اگر ایسا ہے تو پھر سرے سے کسی گواہ کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

درحقیقت مدعا علیہم اپنے سنگین جرم کا اقرار کر چکے ہیں اور جھوٹی توبہ کا ڈرامہ بھی کھیل چکے ہیں۔ شیعوں کے مجتہد اعظم قاضی نور اللہ شوستری مجالس المومنین مجلس ہشتم صفحہ ۲۴۰/۲۴۱/ ج ۲ شیعانِ کوفہ کی زبانی اقرارِ جرم یوں رقم کرتے ہیں:۔

اکنوں از اعمال سیہ خویش — اب ہم اپنی بد اعمالیوں پر نادم
نادم گشتہ میخواہیم کہ دست در — ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ توبہ کریں۔
دامنِ توبہ و انابت زنیم شاید کہ — شاید اللہ تعالیٰ ہماری توبہ قبول فرما کر ہم
خداوندِ عزوعلا توبہ ما را قبول کردہ بر — پر رحم کرے۔ اس جماعت سے جتنے
ما رحمت کند۔ و ہر کس کہ ازاں — لوگ کربلا (بمقابلہ حضرت حسینؓ)
جماعت کہ بر کربلا رفتہ — گئے تھے سب اسی طرح معذرت
بودند عذرے می گفتند سلیمان — کرنے لگے۔ سلیمان بن صرو نے کہا
بن صرو گفت ہیچ چارہ نمیدانیم — میرے خیال میں اسکے سوا کوئی چارہ نہیں کہ
جز آنکہ خود را عرصہ تیغ — ہم لوگ خود کو تیغ بکف میدان میں لائیں
آوریم چنانچہ بسیارے بنی — جیسے بنی اسرائیل کے اکثر لوگوں نے باہم
اسرائیل تیغ در یکدیگر نہادند — ایکدوسرے کو قتل کیا تھا۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا
قال اللہ تعالیٰ انکم ظلمتم انفسکم — ہے تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ یہ کہہ کر تمام
(الایۃ) و مجموعہ شیعہ بزانوئے — شیعہ استغفار کے لئے زانو کے بل گر
استغفار درآمدہ — پڑے۔

سلیمان بن صرو وہی شخص ہے جس کے مکان پر شیعانِ کوفہ حضرت حسینؓ کو مدعو کرنے کے لئے پہلے پہل اکٹھے ہوئے تھے۔ اسی شخص نے سب سے پہلے حضرت حسینؓ کو دعوت نامہ بھیجا تھا۔ بعد ازاں یہی شخص امیر التوابین بنکر حضرت حسینؓ کی قبر پر توبہ اور عذر کرنے کے لئے گیا۔ لیکن شیعوں کی بعد کی تاریخ گواہ ہے کہ

میری توبہ بھی کوئی توبہ ہے
جب بہار آئی تو توڑ ڈالی ہے

تو شیعہ مجرمان نے اقرارِ جرم کر لیا اور توبہ کی کاروائی کا بھی آغاز کر دیا۔ مگر آج کے شیعہ اہل سنت والجماعت کو مجرم قرار دے کر اپنے آباو اجداد کے جرم کو چھپاتے پھرتے ہیں۔ اور انکی کوشش یہی ہوتی ہے کہ اتنا جھوٹ بولا جائے کہ وہ سچ دکھائی دینے لگے۔

اقرار جرم کے بعد شیعہ کتب سے ایک اور حوالہ یہاں بے محل نہ ہوگا۔ شیعہ کتب میں مذکور ہے کہ آئمہ کا قاتل حرامزادہ ہوتا ہے۔ جلاء العیون صفحہ ۴۱۳ اور احتجاج طبرسی صفحہ ۳۸ پر درج ہے:۔

''احادیث، کثیرہ میں آئمہ اطہار علیہم السلام سے منقول ہے کہ پیغمبروں کو اور ان کے اوصیا کو اور انکی ذریت کو قتل نہیں کرتا مگر ولد الزنا اور ان کے قتل کا ارادہ نہیں کرتا مگر فرزند زنا۔ فلعنۃ اللہ علیہ اجمعین الیٰ یوم الدین۔''

ہے تجھ میں مکر جانے کی جرات تو مکر جا

یزید اور قتلِ حسینؓ

شیعہ حضرات نے اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کے لئے ہر دور میں عوام الناس کو یہ باور کرانے کی انتہائی کوشش کی ہے کہ قتلِ حسینؓ کا اصلی مجرم یزید ہے۔ لیکن مستند اور معتبر شیعہ کتابوں سے یزید کے متعلق جو معلومات حاصل ہوتی ہیں ان سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ یزید نے نہ تو حضرت حسینؓ کے قتل کا حکم دیا تھا۔ نہ ہی کوئی ایسی سازش تیار کی تھی اور نہ ہی وہ قتلِ حسینؓ پر راضی تھا۔ ذیل میں کتب شیعہ سے اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں جو کہ اس سانحہ میں حضرت معاویہؓ کی وصیت کے پس منظر میں یزید کے طرزِ عمل کی عکاسی کرتے ہیں۔

۱۔ حضرت معاویہؓ نے رحلت کے وقت یزید کو جو وصیتیں کیں ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں۔

ا۔ حضرت معاویہؓ نے اپنے مرضِ وفات میں فرمایا کہ رسول خدا ﷺ نے مجھے ایک کرتہ دیا تھا وہ میں نے رکھ چھوڑا ہے آنحضور ﷺ نے ایک دن اپنے ناخن ترشوائے تھے وہ تراشہ میں نے ایک شیشی میں رکھا ہے جب میں مر جاؤں تو مجھے وہی کرتا پہنانا اور ناخن کے تراشے کو پیس کر میری آنکھوں میں اور میرے منہ میں ڈال دینا۔

امید ہے اللہ اس کی برکت سے میرے اوپر رحم کرے گا۔

تاریخ طبری صفحہ ۱۶۲

ب۔ لیکن امام حسینؓ پس ان کی نسبت و قرابت تجھے جناب رسالتمآب ﷺ سے معلوم ہے وہ حضور ﷺ کے بدن کے ٹکڑے ہیں۔ انہی کے گوشت و خون سے انہوں نے پرورش پائی ہے۔ مجھے علم ہے کہ عراق والے ان کو اپنی طرف بلائیں گے اور ان کی مدد نہ کرینگے۔ اگر تو ان پر قابو پالے تو ان کے حقوق اور عزت کو پہچاننا اور انکا مرتبہ اور قرابت جو حضور ﷺ سے ہے اس کو یاد رکھنا۔ ان کے افعال کا ان سے مواخذہ نہ کرنا۔ اور اس مدت میں جو روابط میں نے ان سے مضبوط کیے ہیں ان کو نہ توڑنا۔ خبردار ان کو کوئی تکلیف نہ دینا۔

جلاء العیون صفحہ ۴۲۱

ج۔ اے بیٹا ہوس نہ کرنا اور نیک کردار رہنا تاکہ جب اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو تو تیری گردن پر حسینؓ بن علیؓ کا خون نہ ہو۔ ورنہ کبھی آسائش نہ دیکھے گا اور ہمیشہ ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہے گا (ناسخ التواریخ)

۲۔ یزید نے مدینہ کے حاکم مروان بن حکم کو جو حضرت علیؓ اور انکی اولاد کا دشمن تھا برخواست کیا اور ولید بن عقبہ بن ابی سفیان جو ان کا خیر خواہ تھا اور ان کے خلاف کاروائی نہیں کرنا چاہتا تھا مدینہ کا حاکم مقرر کیا۔

جلاء العیون صفحہ ۴۲۲، ۴۲۴، ۴۲۵

۳۔ جب حضرت حسینؓ نے عراق کے سفر کی تیاریاں شروع کیں تو آپ کے عزیز و اقارب بے حد پریشان ہو گئے انہوں نے آپکو روکنے کے لئے کوششیں کیں اور التجا کی کہ کوفیوں پر اعتبار نہ کریں۔ ابن عباسؓ نے یہ خبر سنی تو کہا "میں خدا کا واسطہ دے کر آپکی منت کرتا ہوں کہ آپ اپنا ارادہ ترک کر دیں۔ اور اگر ضرور ہی جانا ہے تو عورتوں اور بچوں کو ساتھ مت لے جایئے کوفی یقیناً آپکو دھوکہ دینگے"۔ عبداللہ بن جعفر طیارؓ نے بھی آپکو روکنے کی کوشش کی مگر حضرت حسینؓ اپنے ارادے پر قائم رہے عبداللہ بن جعفرؓ نے اپنی زوجہ زینبؓ بنت علیؓ کو بھی روکنے کی کوشش کی مگر جب وہ نہ رکیں تو انہیں طلاق دیدی۔

۴۔ گو کہ آپ (حضرت حسینؓ) نے اعلانیہ بیعت سے انکار کر دیا تھا مگر میدانِ کربلا سے خود یزید کے پاس جانے کے لئے تیار تھے (یعنی انہیں کوفیوں کی بہ نسبت یزید سے بہتر سلوک کی توقع تھی) خلاصۃ المصائب صفحہ ۱۰۲۔

۵۔ یزید نے جب حضرت حسینؓ کی شہادت کی خبر سنی تو اناللہ و انا الی راجعون پڑھا۔

خلاصۃ المصائب صفحہ ۳۰۳

۶۔ "یزید کچھ دیر دم بخود کھڑا رہا۔ پھر سر اٹھا کر کہا کہ میں اس پر راضی تھا کہ بلا قتلِ حسینؓ میری اطاعت کی جاتی۔ لیکن میں اگر انکے ساتھ ہوتا تو حسینؓ کو ضرور معاف کر دیتا"۔

ناسخ التواریخ صفحہ ۳۶۹

۷۔ ابن زیاد ملعون نے حسینؓ کے معاملہ میں جلدی کی۔ میں (یزید) ان کے قتل پر راضی نہ تھا۔

جلاء العیون صفحہ ۵۲۷

۸۔ کہ کسے وارد شد خبر آورد و کسی نے آ کر یزید سے کہا تیری
گفت دیدۂ تو روشن کہ سر آنکھیں روشن ہوں حسینؓ کا سر آ گیا
حسین وارد شد۔ آں نظر ہے یزید نے بنظر غضب اس کی طرف
غضبناک کردہ گفت دیدہ دیکھا اور کہا تیری آنکھیں روشن نہ
ات روشن مباد۔ ہوں۔

نہج الاحزان مطبوعہ ایران صفحہ ۳۲۱

۹۔ اور شمر نے جب حضرت حسینؓ کا سر یزید کے پاس پہنچا کر انعام طلب کیا تو یزید نے غضبناک ہو کر اسے وہاں سے نکال دیا۔

فَغَضَبَ یَزِیْدُ وَنَظَرَ اِلَیهِ پس یزید نے غضبناک ہو کر شمر کی
نَظْراً شَدِیْداً وَقَالَ مَلاءَ اللّٰهُ طرف دیکھا اور کہا اللہ تعالیٰ تیری رکاب
رَکَابِکَ ناراً وَیْل" لَکَ آگ سے بھر دے۔ تمہارے لئے
اِذَا عَلِمْتَ اَنَّه' خَیرُ الخَلْقِ ہلاکت ہو جب تجھے علم تھا کہ یہ تمام مخلوق
فَلِمَ قَتَلْتَه' اُخْرج مِنْ بَینَ سے افضل ہے تو تو نے اسے کیوں قتل
یَدَیَّ لا جَائِزَۃَ لَکَ عِنْدِیْ. کیا۔ نکل جا میرے سامنے سے میرے
پاس تیرے لئے کوئی انعام نہیں۔

خلاصۃ المصائب صفحہ ۳۰۴

۱۰۔ امام حسینؓ کا سر سونے کے طشت میں رکھا اور کہا اے حسینؓ تم پر اللہ کی رحمت ہو تمہارے سنسنے کی جگہ کتنی اچھی ہے۔

خلاصۃ المصائب صفحہ ۳۰۴

۱۱۔ تباہ حال قافلہ جب دمشق پہنچا تو یہ دیکھ کر یزید رو پڑا۔ اس کے ہاتھ میں ایک رومال تھا جس سے آنسو پونچھتا جاتا تھا اس نے سب کو اپنی زوجہ ہند بنتِ عامر کے پاس بھیج دیا جب اہلِ بیتِ حسین محل میں پہنچے تو گریہ وزاری بلند ہوئی جسکی آواز بھی سنائی دیتی تھی۔

خلاصۃ المصائب صفحہ ۲۹۳

۱۲۔ حضرت علیؓ (زین العابدینؓ) کی عزت کی صبح و شام ان کو شریک طعام کرتا تھا۔ جب وہ دستر خوان پر نہ آتے یزید کھانا نہ کھاتا نہ آرام کرتا۔

جلاء العیون اور طراز مذہب مظفری۔ صفحہ ۴۶۸

۱۳۔ حضرت زین العابدینؓ کے استفسار پر یزید نے یوں جواب دیا:۔

قَالَ یَزِیْدُ لَعِنَ اللّٰهُ ابن یزید نے کہا ابنِ مرجانہ (ابن زیاد) پر
مِرْجانَةَ فَوَ اللّٰهِ مَا اَمَرْتُه' خدا لعنت کرے۔ میں نے اس کو تیرے باپ
بِقَتْلِ اَبِیْکَ وَلَوْ کُنْتُ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا۔ اور اگر میں خود
متولِّیاً بِقَتالِهِ مَا قَتَلْتُه' معرکہ کربلا میں ہوتا تو میں کبھی اسے قتل نہ کرتا

احتجاج طبرسی صفحہ ۱۶۲

۱۴۔ قیام دمشق کے دوران اور وہاں سے رخصت کے وقت یزید نے آلِ رسول ﷺ کے ساتھ نہایت فیاضانہ سلوک کیا۔ حضرت زین العابدینؓ سے پھر کہا "ابن مرجانہ پر خدا کی لعنت ہو۔ واللہ اگر میں حسینؓ کے ساتھ ہوتا اور وہ میرے سامنے اپنی شرط پیش کرتے تو میں اسے ضرور منظور کر لیتا۔ میں ان کی جان ہر ممکن طریقے سے بچاتا اگرچہ ایسا کرنے میں خود میرے کسی بیٹے کی جان چلی جاتی لیکن خدا کو وہی منظور تھا جو ہو چکا۔ دیکھو مجھ سے برابر خط و کتابت کرتے رہنا اور جو ضرورت پیش آئے خبر کر دینا"

خلاصۃ المصائب صفحہ ۳۹۲ اور ۴۰۵، جلاء العیون صفحہ ۵۲۲

۱۵۔ یزید نے نعمان بن بشیر جو کہ خیر خواہِ اہلِ بیتِ حسینؓ تھا کو پانچسو سوار دیکر اہلِ بیتِ حسینؓ کے ساتھ مدینہ روانہ کی۔ نعمان نے راستہ بھر ان لوگوں سے بہت اچھا برتاؤ کیا۔

شیعہ کتب سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ یزید نے حضرت حسینؓ کے قتل کے لئے کسی قسم کے احکامات نہیں جاری کیے تھے۔ بلکہ یزید کو تو حضرت حسینؓ کی شہادت کا بیحد رنج ہوا تھا۔ یزید نے اہل بیت حسینؓ کی دلجوئی کی بھی بیحد کوشش کی تھی۔

شیعہ کتب سے نقل کیے گئے اقتباسات کو ذہن میں رکھ کر ذیل میں کیے گئے سوالات کے جوابات آپ خود ہی دیجئے۔

۱۔ اس بات میں تو کسی مکتبہ فکر کے لوگوں کو شک و شبہ نہیں کہ حضرت معاویہؓ کی وصیت سیاسی بصیرت کی شاہکار ہے۔ اہلِ عراق کے بارے میں انکی پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی حضرت حسینؓ سے رویے کے بارے میں ان کی وصیت ابھی یزید کے ذہن میں تازہ ہی ہوگی کہ حالات و واقعات تیزی سے کربلا کی دہلیز تک جا پہنچے۔ یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ اس وقت تمام مواصلاتی سلسلے اونٹ اور گھوڑے کی مرہونِ منت تھے اور دمشق و کربلا کا درمیانی فاصلہ تقریباً ساڑھے چار سو میل ہے۔ اس لئے یزید کو میدانِ جنگ سے پل پل کی خبریں ملنے والی بات قطعاً غلط ہے۔ ہاں اگر اس زمانے میں آج کل کے مواصلاتی سلسلے میسر ہوتے اور یزید میدان جنگ کے فیصلوں پر دمشق سے فوری طور پر اثر انداز ہوسکتا تو اس صورت میں ہم یہ سوال کرتے کہ کیا وہ حضرت حسینؓ اور ان کے اہل بیت سے متعلق اپنے باپ کی وصیت پر عمل کرتا یا نہیں؟

۲۔ یزید نے مدینہ منورہ میں جو حاکم مقرر کیا تھا وہ خیر خواہ آلِ رسول ﷺ تھا۔ اسی طرح حاکم کوفہ ابن زیاد اور اس کے ساتھی یعنی ابنِ سعد اور شمر سبھی آلِ رسول ﷺ کے رشتہ دار تھے۔ یہاں ان تعلقات کی تھوڑی سی جھلک پیش کی جاتی ہے۔

ا۔ ابن زیاد

۱۔ بقول ملا باقر مجلسی حضرت علیؓ کا خاص عامل تھا۔

۲۔ نہج البلاغۃ صفحہ ۴۰۷ پر حضرت علیؓ کے ایک خط سے بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ شیعہ تھا۔

۳۔ آنحضرت ﷺ اس کے پھوپھا تھے۔ حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ سے بھی اس کی رشتہ داری تھی۔

۴۔ سانحہ کربلا کے بعد اس نے حضرت حسینؓ کے قاتل سنان بن انس کو قتل کرادیا تھا۔ (خلاصۃ المصائب صفحہ ۲۸۰)

۵۔ حضرت مسلم بن عقیلؓ کے بیٹوں کے سر جب اس کے سامنے پیش کئے گئے تو وہ تین مرتبہ تعظیماً اٹھا بیٹھا اور پھر قاتل سے یہ کہکر اگر وہ انہیں زندہ لاتا تو بہت انعام پاتا اسے قتل کرادیا۔ (خلاصۃ المصائب صفحہ ۴۲۷)

ب۔ ابن سعد

حضور ﷺ کا ماموں زاد بھائی تھا۔ کربلا میں رات کے وقت حضرت حسینؓ کے پاس جاکر دیر تک بیٹھا کرتا تھا۔ اس نے اپنی طرف سے انتہائی کوشش کی تھی کہ فریقین میں صلح ہو جائے۔

(جلاء العیون صفحہ ۴۶۰)

ت۔ شمر

حضرت علیؓ کا سالا اور برادرانِ حسینؓ جعفرؓ عباسؓ اور عثمانؓ کا ماموں تھا۔ جنگِ صفین میں حضرت علیؓ کی طرف سے حضرت معاویہؓ کے خلاف بے جگری سے لڑا۔ (جلاء العیون صفحہ ۴۶۱)

کیا کوفہ میں ان لوگوں کی موجودگی سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کرنے زیادہ صحیح نہ ہوں گے؟

۱۔ شیعانِ کوفہ ان لوگوں کو حضرت علیؓ کی طرح بے بس کر کے ان کی ذاتی رائے پر اثر انداز ہوگئے۔

۲۔ شیعانِ کوفہ نے جنگ جمل کی طرح کربلا میں بھی صلح کی بات کو سبوتاژ کر کے سانحہ کربلا کو جنم دیا۔

۳۔ ہاشمی اور اموی دونوں قبیلے قریش کے مشہور سردار عبد مناف کی اولاد تھے۔ وہ عموماً آپس میں ہی رشتے ناطے کرتے تھے۔ اور دوسرے قبائل سے احتراز برتتے تھے۔ تاریخ گواہ ہے کہ سانحہ کربلا کے بعد ہاشمی اور اموی قرابت داریوں میں قطعاً کوئی فرق نہیں آیا۔ سانحہ کربلا کے بعد آلِ رسول ﷺ کی بہت سی شہزادیاں اموی امیر زادوں کے ساتھ بیاہی گئیں۔ اسی طرح کئی ایک اموی امیر زادیاں ہاشمی شہزادوں سے عقد میں آئیں۔ اس کے علاوہ دو اور رشتے جو کربلا سے پہلے کے تھے یہاں ان کا ذکر خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

ا۔ یزید۔ عبداللہ بن جعفرؓ بن ابی طالب کا داماد تھا۔ اور حضرت زینبؓ اس کی سوتیلی ساس تھیں۔

ب۔ اسی طرح حضرت حسینؓ یزید کے بہنوئی تھے۔ یعنی یزید کی پھوپھی زاد بہن لیلیٰ بنت میمونہ حضرت حسینؓ کے نکاح میں تھی۔ حضرت علی اکبرؓ جو کربلا میں شہید ہوئے یزید کے بھانجے تھے۔

اگر آلِ رسول ﷺ یزید کو سانحہ کربلا کا ذمہ دار سمجھتے تو کیا خانگی تعلقات کی یہ نوعیت برقرار رہ سکتی تھی؟

۴۔ ا۔ حضرت زین العابدینؓ نے یزید کو ہمیشہ ہمدرد جانا۔ اور یزید کی بیعت پر قائم رہے۔ کبھی کسی باغیانہ تحریک کا ساتھ نہ دیا۔ اہلِ مدینہ کی بغاوت کی خبر انہوں نے سب سے پہلے یزید کو دی تھی۔

ب۔ حضرت زین العابدینؓ یزید سے نہایت انکساری سے بات کیا کرتے تھے ایک دفعہ انہوں نے کہا۔

قَدْ اَقْرَرْتُ لک بِما سَئَلْتَ اَنَا عَبْد" مَکرِہ" اِنْ شِئتَ فَامسِک وانْ شِئتَ فبِعْ

تحقیق میں تیری ہر بات کو مانتا ہوں جو تو چاہے اور سوال کرے۔ میں تیرا ماتحت غلام ہوں۔ چاہے مجھ سے خدمت لے اور چاہے فروخت کرڈال۔

(فروعِ کافی کتاب الروضہ صفحہ ۱)

ت۔ حضرت علیؓ کے ایک اور فرزند محمد بن حنیفہؓ سے باغیوں کے ایک سردار ابنِ مطیع نے ایک دفعہ کہا کہ یزید فاسق، فاجر اور شرابی ہے۔ آپ اس کی بیعت توڑ دیں تو آپ نے فرمایا" خدا سے ڈرو کیا تم نے اسے یہ سب کچھ کرتے دیکھا ہے؟ میں تم سے زیدہ عرصہ اس کے پاس رہا ہوں۔ مگر میں نے ان میں سے کوئی بات اس میں نہیں دیکھی"۔

البدایہ صفحہ ۲۳۳

سوچنے کی یہ بات ہے کہ اگر یزید سانحہ کربلا کا واقعی ذمہ دار ہوا تو کیا ہر دو بزرگوں کا یزید کے بارے میں طرزِ عمل یہی ہوتا؟

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ کربلا میں اولادِ علیؓ میں سے صرف حضرت زین العابدینؓ ہی زندہ بچے تھے۔ یہ خیال درست نہیں حقیقت یہ ہے کہ کربلا میں حضرت علیؓ کے دو بیٹوں (حضرت جعفرؓ اور حضرت عباسؓ) کے علاوہ حضرت زین العابدینؓ کے دو بیٹے (بشمول حضرت باقرؓ) حضرت حسنؓ کے بیٹے حضرت حسنِ مثنیٰؓ (جو کہ حضرت حسینؓ کے داماد بھی تھے) اور کئی ایک مرد بھی زندہ بچے تھے۔

اگر سانحہ کربلا واقعی اسی طرح وقوع پذیر ہوا ہے جیسا کہ شیعہ حضرات کا دعویٰ ہے تو پھر قانونی اور اخلاقی تقاضا تو یہ ہے کہ شیعہ حضرات ثبوت کے طور پر انہی بزرگ ہستیوں کی چشم دید شہادت پیش کریں۔ لیکن معتبر شیعہ کتب اس ضمن میں ان کی مدد کرنے سے قاصر ہیں۔ غیر مستند روایات کو بنیاد بنا کر ایک نیا مذہب ایجاد کردینا کہاں کا انصاف ہے؟ اگر شیعہ حضرات مروجہ غیر مستند روایات کو اپنی ہی کتب میں درج معزز ممبرانِ قافلہ حسینی کے بیانات کی روشنی میں اور تعصب کی عینک اتار کر دیکھیں تو انشاء اللہ خود پکار اٹھیں گے۔

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا۔

مذہب اہلِ بیت حسینؓ

صدیوں کے یکطرفہ اور بیحد و حساب پروپیگنڈے اور تاریخی چالبازیوں سے متاثر اذہان جب سانحہ کربلا کے بارے میں سوچتے ہیں تو غیر شعوری طور پر یہ تصور قائم کر لیتے ہیں کہ حضرت حسینؓ اور ان کے اہلِ خانہ شیعہ مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ جس کی وجہ سے خلفائے ثلاثہؓ کے وفادار اہلسنت کو چھوڑ کر شیعانِ کوفہ کی دعوت پر کوفہ تشریف لے جا رہے تھے۔ یہ تصور قطعی طور پر حقیقت پر مبنی نہیں۔ اس کے رد کیلئے ہمیں شیعہ مذہب کی اور عقائد پر مختصر اُبحث کر کے حقائق کو سامنے لانا ہوگا۔

اگر ہم آج کل مروجہ شیعہ مذہب کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہمیں اسکی ابتداء ایک سیاسی اختلاف کی صورت میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے خلافت کے لئے انتخاب کے وقت سے ہی ہوتی نظر آئیگی۔ بقول شیعہ حضرت علیؓ نے بیعت میں تاخیر کی جواز خواہ کچھ بھی ہو مگر یہ تاخیر بعد میں آنے والے مفاد پرستوں کو نئے مذہب کی تشکیل میں کام آئی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنی وفات سے قبل حضرت عمر فاروقؓ کو اپنا خلیفہ نامزد کر چکے تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ کی بلند و بالا شخصیت نے کسی سازش کو پنپنے نہ دیا۔ اور اسلامی فتوحات کا دائرہ دور دراز کے ملکوں تک پھیل گیا جن میں ایران بھی شامل تھا۔ ایران میں مسلم فتوحات کے آگے بند باندھنے کے لئے تیار کردہ ایک سازش حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت کا سبب بنی۔ یہی سازشی گروہ بعد میں شہادتِ عثمانؓ کا سبب بنا۔ اپنے کرتوتوں کے نتائج سے بچنے کیلئے اس گروہ نے حبِ علیؓ کی آڑ لی۔ جنگِ جمل اور صفین انہی کی سازشوں سے وقوع پذیر ہوئیں۔ بعد ازاں جب حضرت علیؓ اس گروہ کی خفیہ سرگرمیوں سے آشنا ہوئے اور اس کو کیفر کردار تک پہنچانے کا عزم کیا تو اس گروہ نے حضرت علیؓ کو مسندِ خلافت سے ہٹانے کیلئے پہلے تو ان پر کفر کا فتویٰ عائد کیا بعد ازاں انہیں شہید کر کے اپنی راہ سے ہٹا دیا۔ حضرت حسنؓ نے خلافت سے دستبردار ہو کر اس گروہ سے بچنے کی کامیاب تدبیر کی۔ تاہم حضرت حسینؓ ان کے دامِ فریب میں آ ہی گئے۔ بدبختی یہ ہوئی کہ کچھ عربی مسلمان اس عجمی سازش کو سمجھ ہی نہ سکے اور اپنی سادگی اور نیک نیتی کی بنا پر اس گروہ میں شامل ہو گئے۔ یہی گروہ سانحہ کربلا کا بھی باعث بنا۔

مدتوں بعد اس گروہ نے سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے اپنے پرانے مذہب کے عقائد کو جن کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا اور جن کو انہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد بھی ترک نہیں کیا تھا گذشتہ تاریخوں سے آئمہ سے منسوب کر کے نئے مذہب کا جامہ پہنا دیا اور اسے انہوں نے صحیح اسلام کا نام دیا۔ ان منفی اور باطل عقاید میں سے اہم ترین حسب ذیل ہیں۔

ا۔ نظریہ امامت

ا۔ عقیدہ۔ اس عقیدے کی اہم شقیں یہ ہیں۔

(۱) آئمہ حضرات کا تقرر بھی انبیائے کرامؑ کی طرح خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔
(۲) آئمہ حضرات بھی انبیائے کرامؑ کی طرح معصوم یعنی پاک از گناہِ صغیرہ و کبیرہ ہوتے ہیں۔
(۳) آئمہ پر وحی نازل ہوتی ہے۔
(۴) آئمہ مفرض الطاعۃ ہیں۔ یعنی ہر بات میں انکی اطاعت انبیائے کرامؑ کی طرح فرض ہے۔
(۵) آئمہ انبیائے کرامؑ کی طرح احکامِ شریعت نافذ کرتے ہیں۔
(۶) آئمہ قرآن شریف کے جس حکم کو چاہیں منسوخ یا معطل کر سکتے ہیں۔
(۷) امامت نبوت سے افضل ہے۔
(۸) آئمہ کو خدائی اختیارات حاصل ہیں۔

تبصرہ:۔ یہ بات محتاجِ ثبوت نہیں کہ امامت کا جو مفہوم مذہب شیعہ میں آج موجود ہے وہ حضرت حسینؓ کے وقت میں نہ تھا۔ امامت کو یہ معنی بہت بعد میں پہنائے گئے۔ حضرت علیؓ نے اپنے دورِ خلافت میں اس قسم کے عقائد کا اظہار کرنے والوں کا قلع قمع کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی۔ اور ان کے سرغنہ عبداللہ ابن سبا کو ایسے غلط نظریات پر زندہ جلو دیا تھا۔ حضرت حسینؓ کا یقیناً وہی مذہب تھا جو حضرت علیؓ کا تھا۔ اور حضرت علیؓ نے مذہب کے لحاظ سے خلفائے ثلاثہؓ کے ساتھ کبھی کوئی اختلاف نہیں کیا۔ وہ پچیس برس تک خلفائے ثلاثہ کی اقتداء میں نمازیں پڑھتے رہے۔ اور اپنے دورِ خلافت میں انہی کے طریق کار پر عمل پیرا رہے۔

۲۔ تحریف قرآن۔

ا۔ شیعہ مذہب کا دوسرا بڑا عقیدہ تحریف قرآن ہے۔ یہ امر کسی سے مخفی نہیں کہ عقیدہِ امامت شیعہ مذہب کی بنیاد ہے۔ چونکہ یہ عقیدہ قرآن مجید اور احادیث نبوی اور خود شیعوں کے آئمہ کے طرزِ عمل سے ثابت نہیں اس لئے شیعہ حضرات کو اس عقیدے کے ثبوت کے لئے بہت پاپڑ بیلنے پڑے آئمہ کے طرزِ عمل کے لئے تقیہ کی اصطلاح ایجاد کی۔ اور قرآن مجید اور احادیثِ نبوی سے ثبوت نہ ملنے کی وجہ سے پہلے تو اس عقیدے کو روایات کے سہارے کھڑا کیا گیا اور بعد ازاں قرآن کی حیثیت کو ہی چیلنج کر دیا گیا۔ تا کہ اگر کوئی قرآن کا حوالہ مانگے تو آسانی سے اس سے جان چھڑائی جا سکے۔ قرآن کے بارے میں شیعوں نے جو عقیدہ اپنایا وہ یہ ہے:۔

(۱) موجودہ قرآن خلفائے ثلاثہؓ کا جمع کیا ہوا ہے جو معصوم نہیں۔ اسلئے یہ قرآن صحیح نہیں تسلیم کیا جا سکتا۔
(۲) اصلی قرآن جو امامِ ''معصوم'' حضرت علیؓ نے جمع کیا وہ شیعوں کے بارہویں امام کے ساتھ سرمن را کے غار میں ہے اور امام غائب کے ساتھ ہی کہیں ظہور پذیر ہوگا۔
(۳) موجودہ قرآن سے بے شمار آیتیں اور سورتیں نکال دی گئی ہیں۔
(۴) موجودہ قرآن کی ترتیب بدل دی گئی ہے۔
(۵) موجودہ قرآن میں قابلِ نفرت اور خلافِ فصاحت و بلاغت عبارتیں داخل کر دی گئی ہیں۔
(۶) موجودہ قرآن میں رسول اکرم ﷺ کی سخت توہین کی گئی ہے۔
(۷) موجودہ قرآن بجائے دین کے بے دینی کی تعلیم دیتا ہے اور اس میں کفر کے ستون قائم کر دیئے گئے ہیں۔

ب۔ تبصرہ۔ جہاں تک عقیدہ تحریف قرآن کا تعلق ہے تو اس کا سیدھا سادا جواب یہ ہے کہ موجودہ قرآن پر تمام صحابہؓ کا اجماع اور اسکی ترتیب پر تمام صحابہؓ کا اتفاق ہی اس کے غیر محرف ہونے کی دلیل ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ بات کہ اگر حضرت علیؓ نے کوئی غیر محرف قرآن جمع کیا ہوتا تو وہ اسے اپنے دورِ خلافت میں ضرور رائج کرتے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اجماع صحابہ میں حضرت علیؓ بھی شامل تھے۔ اور حضرت حسینؓ یقیناً اپنے باپ کے مذہب پر تھے۔

۳۔ تقیہ۔

یہ درحقیقت اعلیٰ درجے کی منافقت کا دوسرا نام ہے۔ شیعہ حضرات تقیہ کو دس میں سے نو حصے دین قرار دیتے ہیں۔ اس موضوع پر تفصیلی بحث تو بعد میں ہوگی مگر یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ شیعہ حضرات نے یہ اصطلاح اپنی گذشتہ تاریخوں سے رائج کردہ مذہب میں ان حقائق کا جواز پیدا کرنے کے لئے وضع کی جن کی وہ کوئی قابلِ قبول تشریح یا توجیہہ نہیں پیش کر سکتے تھے۔ حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ کے طرز عمل کو تقیہ کا نام دینا صریح دھاندلی ہے۔ اور حضرت حسینؓ تو بمع اعوان و انصار علی الاعلان کوفہ روانہ ہوئے تھے۔ اگر تقیہ نامی کوئی چیز اس وقت موجود بھی تھی تو انہوں نے اسے اپنانے سے انکار کر دیا تھا۔

۴۔ صحابہ کرامؓ سے بغض۔

ا۔ شیعوں کا چوتھا بڑا عقیدہ صحابہ کرامؓ سے بغض و عداوت ہے ان کے نزدیک رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد تمام صحابہ کرامؓ جنہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی (جن میں حضرت علیؓ بھی شامل تھے) کافر اور مرتد ہو گئے تھے۔ کیونکہ انہوں نے امام ''معصوم'' حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی تھی۔ شیعہ حضرات کے مطابق خلفائے ثلاثہؓ اور حضرت علیؓ اور اولادِ علیؓ کے درمیان بغض و عداوت، نفرت و حقارت کی دیواریں حائل ہو چکی تھیں۔ اسکی وجہ وہ خلفائے ثلاثہؓ اور ان کے ہمنوا صحابہؓ کے طرزِ عمل کو قرار دیتے ہیں۔ ان برگزیدہ ہستیوں کی توہین و تحقیر یعنی ان پر تبرّا کرنا شیعہ مذہب کا اہم عقیدہ بن چکا ہے۔

ب۔ تبصرہ۔ شیعہ مذہب کے اس عقیدے کی قلعی خود ان کے ابو لائمہ حضرت علیؓ کے طرزِ عمل سے یوں کھل جاتی ہے کہ:۔

(۱) حضرت علیؓ نے خلفائے ثلاثہؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اور پچیس برس تک ان کے مقتدر وزیر اور مشیر رہے۔
(۲) پچیس برس تک خلفائے ثلاثہ کی اقتدا میں نماز پڑھتے رہے۔
(۳) اپنے تین بیٹوں کے نام ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ رکھے یہ تینوں کربلا میں شہید ہوئے۔
(۴) حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی بیوہ (والدہِ محمد بن ابوبکرؓ) سے عقد کیا۔
(۵) حضرت علیؓ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا حضرت عمرؓ سے عقد کیا۔
(۶) دورانِ خلافت برسرِ منبر حضرت علیؓ نے خلفائے ثلاثہؓ کی مدح اور توصیف کی۔

ان حقائق سے یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ شیعہ مذہب کا یہ عقیدہ بھی بعد کی پیداوار ہے اور حضرت حسینؓ کا اس عقیدے سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

مذکورہ بالا شیعہ عقائد اور ان پر تبصروں سے یہ بات عیاں ہو گئی ہے کہ حضرت حسینؓ اور ان کے اعوان و انصار سنی المذہب تھے۔ ان کا مذہب وہی تھا جو دیگر اہل عرب کا تھا۔ دراصل اس وقت شیعہ مذہب اصول و فروغ کے اعتبار سے موجود ہی نہ تھا۔ یہ بعد کی باتیں ہیں جو شیعہ راویوں نے اپنے آئمہ کے سر تھوپ دی ہیں۔

سوال برائے سوال

شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ بھی کئی بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے نرغے میں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے مگر پھر بھی اہلِ سنت والجماعت ان کو کامل الایمان سمجھتے ہیں۔ اگر شیعان کوفہ نے حضرت حسینؓ کو چھوڑ دیا تو وہ کیسے کافر ہو گئے؟ ان کو صحابہ کرامؓ پر کیوں قیاس نہیں کیا جا سکتا؟

اگر تھوڑا سا غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ یہ سوال ہی غلط ہے۔ صحابہ کرامؓ کسی بھی غزوہ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر نہیں بھاگے تھے۔ جنگ کی وقتی شدت میں پسپائی، دفاعی تدبیر یا غلط فہمی کو بھاگنے پر وہی آدمی محمول کرے گا جو فنِ سپہ گری سے بالکل ناواقف ہو۔ صحابہ کرامؓ نہ صرف جاں نثارانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے بلکہ دشمنانِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت ترین دشمن تھے۔ قرآن نے اسی لئے انہیں اشداء علی الکفار کا اعزازی خطاب بخشا۔

شیعہ حضرات پر دراصل بھاگنے کا الزام تو ہے ہی نہیں الزام تو فریب دہی اور قتل کا ہے۔ کیا صحابہ کرامؓ نے کبھی ایسا کیا تھا کہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا ہو اور پھر خود ہی دشمن بن کر ان کے خلاف محاذ آرا ہوئے ہوں؟

شرم تم کو مگر نہیں آتی

سانحہ کربلا کی وجوہات

اب یہ بات تو پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ شیعانِ کوفہ نے ہی حضرت حسینؓ اور ان کے رفقاء کو قتل کیا۔ سول یہ پیدا ہوتا ہے کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا۔

درحقیقت شیعوں کے صدیوں کے پروپیگنڈے نے اصلی قاتلانِ حسینؓ کے چہروں پر پردہ ڈال رکھا تھا۔ اس لئے تمام جھگڑے ان کی شناخت تک ہی محدود ہو کر رہ جاتے تھے اب جبکہ شناخت کا مرحلہ طے ہو چکا ہے تو جرم کی وجوہات سے پردہ اٹھانا کوئی مشکل کام نہیں۔

شیعانِ کوفہ کے اس تاریخی فریب اور ظلم کی کئی ایک وجوہات تھیں۔ کچھ تو ذرا سے غور و فکر سے عیاں ہو جاتی ہیں اور کچھ کے لئے تاریخ کا ذرا تفصیلی مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ حضرت

حسینؓ کو کوفہ بلانے والے اگر واقعی محبانِ آلِ بیت ہوتے اور وہ خود قتلِ حسینؓ کی سازش میں ملوث نہ ہوتے تو کوفہ میں حالات کی تبدیلی سے حضرت حسینؓ کو فوری طور پر آگاہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کر گذرتے۔ اس پس منظر میں ہم سانحہ کربلا کی اہم وجوہات سے پردہ اٹھائینگے۔

۱۔ پہلی وجہ۔ عرب اور ایران (بشمولِ کوفہ) ہمیشہ سے دو مختلف تہذیبوں کے مراکز رہے ہیں۔ اور یہ تہذیبیں ہمیشہ سے ایک دوسرے کی حریف رہی ہیں۔ دونوں تہذیبیں اپنی نسلی برتری کی دعویدار رہی ہیں۔ یہ صورتِ حال آج بھی موجود ہے۔ سانحہ کربلا سے کچھ عرصہ پہلے تک ایرانی تہذیب عروج پر تھی۔ مگر ظہورِ اسلام نے ایرانی تہذیب کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی تھی۔ ایرانیوں نے اس شکست کا بدلہ لینے کے لئے ایک خاکہ تیار کیا اور حضرت عمر فاروقؓ کے خون سے اس خاکے میں رنگ بھرا۔ حضرت عثمان غنیؓ کے قتل سے اس خاکے کو کاغذ سے زمین پر منتقل ہونے کی سہولت میسر آ گئی۔ حضرت علیؓ کے قتل سے اس کی بنیادوں کو مزید مضبوطی ملی اور کربلا میں آلِ رسول ﷺ کے خون سے ایرانیوں نے اپنا پہلا امام باڑہ تعمیر کر کے اپنے انتقام کی منظّم طریقے سے ابتداء کی۔ قتل حسینؓ کو جس طرح خود قاتلوں نے اپنے مفاد کے لئے استعمال کیا تاریخ میں اسکی مثال نہیں ملتی۔

۲۔ دوسری وجہ۔ قتل حسینؓ کی دوسری اور فوری وجہ شیعانِ کوفہ کے خطوط تھے جو انہوں نے حضرت حسینؓ کو کوفہ بلانے کے لئے لکھے تھے۔ تب تک شیعوں کی مختصر تاریخ اور وسیع چیرہ دستیاں حضرت حسینؓ کی نظروں کے سامنے تھیں۔ منطقی طور پر انہیں شیعانِ کوفہ پر اندھا دھند اعتماد نہیں ہونا چاہیئے تھا اور نہیں تھا۔ اس لئے وہ کوفیوں کے خطوط اپنے ہمراہ لے گئے تھے۔ کوفیوں نے حضرت حسینؓ کو کم و بیش بارہ ہزار خطوط لکھے تھے۔ ڈیڑھ سو خطوط ایسے تھے جن کے حاشیہ پر کئی کئی افراد کے دستخط ثبت تھے۔

خلاصۃ المصائب صفحہ ۵۰ پر لکھا ہے کہ جب کربلا میں ظہر کا وقت ہوا اور اذان ہوئی تو طرفین کے تمام لوگ نماز کیلئے ایک جگہ اکٹھے ہوئے۔ حضرت حسینؓ نے نماز پڑھانے سے قبل اپنے مخالفین پر ایک دفعہ پھر واضح کیا کہ وہ انہی کے خطوط میں دیئے گئے بلاوے پر وہاں تشریف لے گئے تھے۔ بعد از نماز جناب حر نے خطوط سے لاعلمی کا اظہار کیا تو حضرت حسینؓ نے خطوط سے بھری ہوئی دو تھیلیاں منگوا کر اور کوفی شیعوں کے سب خطوط نکال کر اس کے سامنے ڈھیر کر دیئے۔ اب جبکہ حضرت حسینؓ نے کوفہ کی بجائے اپنا رخ دمشق کی طرف کر لیا تھا اور بات کا ارادہ کر لیا تھا کہ وہ دمشق جا کر اپنے ابنِ عم (چچا زاد بھائی) سے خود معاملہ طے کر لیں گیں تو شیعانِ کوفہ کو اپنی تباہی سامنے نظر آنے لگی۔ شیعانِ کوفہ امویوں کی سخت گیری سے خوب واقف تھے اور بنو ہاشم سے ان کے مراسم بھی کوفیوں سے ڈھکے چھپے نہ تھے۔ کوفیوں کو معلوم تھا کہ یزید حضرت حسینؓ کے خلاف کوئی قدم اٹھانے کی بجائے (اور نہیں تو سیاسی فوائد ہی کیلئے) دمشق سے باہر نکل کر قافلہ حسینؓ کا استقبال کرے گا اور جب حضرت حسینؓ اپنی پوزیشن کی وضاحت کے لئے یزید کو اہل کوفہ کے خطوط دکھائیں گے تو کوفہ میں قیامت برپا کر دی جائیگی۔ کوفیوں نے اسی قیامت کو بروقت روکنے کے لئے کربلا میں کاروائی کا فیصلہ کیا۔ اس کاروائی سے وہ دو فوائد حاصل کرنا چاہتے تھے۔

ا۔ اپنی سازش کے ثبوت (خطوط) کو تلف کرنا۔

ب۔ اپنی سازش کو یزید کی خواہش کا نام دیکر اسے اپنی وفاداری کا یقین دلانا اور انعام و اکرام حاصل کرنا۔

ان کی اس کاروائی نے سانحہ کربلا کو جنم دیا تھا۔ قافلہِ حسینی سے بچنے والوں کے بیانات جو پچھلے صفحات پر آپ نے پڑھے اس بات کے شاہد ہیں کہ پہلی تفتیشی رپورٹ (ایف آئی آر) میں صرف اور صرف شیعان کوفہ کے نام درج ہیں۔ یزید وغیرہ کا نام داستانوں میں تو موجود ہے ایف آئی آر میں نہیں۔ اور لوگ

بڑھا بھی دیتے ہیں۔ کچھ زیبِ داستاں کیلئے۔

ذیل میں ہم حضرت حسینؓ کے سر کی یزید کے دربار میں آمد کی روداد غاز ابن ربیعہ کی زبانی سناتے ہیں جس سے واقعات کربلا کا اس طرح وقوع پذیر ہونا ثابت ہوتا ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔

ابنِ زیاد نے حضرت حسینؓ کا سر بانس پر نصب کر کے زجر بن قیس کے ہاتھ یزید کے پاس بھیج دیا۔ غاز بن ربیعہ کہتا ہے کہ جس وقت زجر بن قیس وہاں پہنچا وہ یزید کے پاس بیٹھا تھا یزید نے اس سے سوال کیا۔ کیا خبر ہے؟ قاصد نے جواب دیا "فتح و نصرت کی بشارت لایا ہوں۔ حسینؓ ابن علیؓ اپنے اٹھارہ رشتہ داروں اور ساٹھ حمایتیوں کے ساتھ ہم تک پہنچے۔ ہم نے انہیں بڑھ کر روکا اور مطالبہ کیا کہ اپنے آپکو ہمارے حوالے کر دیں ورنہ لڑائی لڑیں۔ انہوں نے اطاعت پر لڑائی کو ترجیح دی۔ چنانچہ ہم نے طلوع آفتاب کے ساتھ ہی ان پر حملہ بول دیا۔ جب تلواریں ان کے سروں پر پڑنے لگیں تو اس طرح ہر طرف بھاگنے اور جھاڑیوں میں چھپنے لگے جس طرح کبوتر باز سے بھاگتے ہیں اور چھپتے ہیں۔ پھر ہم نے سب کا قلع قمع کر دیا۔ اس وقت ان کے لاشے برہنہ پڑے ہیں ان کے کپڑے خون میں تر بتر ہیں۔ ان کے رخسار غبار سے میلے ہو رہے ہیں ان کے جسم دھوپ کی شدت اور ہوا کی تیزی سے خشک ہو رہے ہیں اور گدھوں کی خوراک بن رہے ہیں"۔

راوی کہتا ہے یزید نے یہ سنا تو وہ رونے لگا اور کہا "بغیر قتلِ حسینؓ کے بھی میں تمہاری اطاعت سے خوش ہو سکتا تھا۔ ابنِ زیاد پر خدا کی لعنت واللہ اگر میں وہاں ہوتا تو حسینؓ سے ضرور در گذر کرتا۔ خدا حسینؓ کو جوارِ رحمت میں جگہ دے"۔

راوی کہتا ہے یزید نے قاصد کو کوئی انعام نہیں دیا۔

(منتہی الآمال جلد اول صفحہ ۴۲۷ مطبوعہ تہران۔ ابنِ جریر کامل و تاریخ کبیر و جلاء العیون صفحہ ۳۶۹)

ا۔ مذہب شیعہ کا زبانی اقرار نجات کیلئے کافی ہے۔

جیسا کہ پچھلے صفحات پر بیان کیا جاچکا ہے کہ شیعہ مذہب چند منفی عقائد کا نام ہے اور بس۔ شیعہ مذہب میں داخل ہو جانے کے بعد نہ تو کسی شخص کو اوامر بجالانے کی ضرورت ہے نہ ہی نواہی سے بچنے کی۔ نجات کے لیئے اس کا شیعہ ہو جانا کافی ہے۔ خواہ اس کے اعمال میں خود اپنے آئمہ کا قتل ہی کیوں نہ شامل ہو۔ عباسی خلیفہ مامون الرشید کے متعلق شیعہ حضرات کا دعوٰی ہے کہ وہ شیعہ تھا۔ اس نے آٹھویں امام کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا۔ شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس نے آٹھوی امام کو زہر دیکر شہید کیا تھا۔ احتجاج طبرسی صفحہ ۳۰۳ پر مامون الرشید کے متعلق ایک واقعہ درج ہے۔ آپ بھی پڑھیں۔

دور لے گئے ہیں۔ اصولِ کافی صفحہ ۴۸۲ پر حدیثِ دوم میں حضرت جعفر صادقؒ سے یوں منقول ہے:

یا ابا عُمَرَ اِنَّ تِسعَةَ اَعْشَارِ الدینِ فِی التقِیَةِ لا دِینَ لِمَنْ لا تَقِیَّتَه'.
اے ابا عمر دین کے دس میں سے نو حصے تقیہ کرنے میں ہیں۔ جو تقیہ نہیں کرتا وہ بے دین ہے۔

رہزن کو امیرِ کارواں کہنا اگر ۹/۱۰ حصے دین ہے تو رہزن امیرِ کارواں کے حکم پر حقیقی امیرِ کارواں کو قتل کرنا تو مکمل دین ہوا۔ اور اگر یہی دین ہے تو کارِ ثواب ہے۔ یعنی کہ بحالتِ تقیہ امام کو برا کہنا، گالی دینا حتیٰ کہ اسے قتل کرنا عین دین ہے۔ اب یہ شیعہ حضرات کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ خود کو دین کے کس درجے پر فائز دیکھنا چاہتے ہیں۔

(۱) ایک شیعہ نے تو حضرت علیؓ کو شہید کر کے تقیہ میں سب سے بڑا اعزاز حاصل کیا۔

(۲) چند دوسرے شیعوں نے تقیہ کا ثواب لوٹنے کے لئے حضرت حسنؓ کو لوٹا اور زخمی کیا (حالانکہ بقول شیعہ اس وقت حضرت حسنؓ خود بھی تقیہ کر چکے تھے)

(۳) خود حضرت علیؓ نے بقول شیعہ رسولِ خدا ﷺ کی وفات سے لے کر اپنی وفات تک تمام عمر تقیہ میں گذار دی۔ اور بے حدو حساب ثواب کمایا۔

(۴) جبتک حضرت حسینؓ نے حضرت معاویہؓ کی بیعت قائم رکھی اپنا ۹/۱۰ حصہ دین سلامت رکھا جونہی انہوں نے تقیہ ترک کیا وہ دین گنوا بیٹھے۔ ادھر یزید کے ڈر سے تمام شیعہ برادری جو کئی لاکھ کی تعداد میں تھی فوراً تقیہ کر گئی۔ چونکہ حضرت حسینؓ نے تقیہ کی طرف رجوع کرنے سے انکار کر دیا تھا اسلئے کربلا میں شیعانِ کوفہ نے اپنے ایمان کا مظاہرہ کر کے ثوابِ دارین کمایا۔

(۵) جب یزید نے ان کے تقیہ کی قدر کرنے سے انکار کر دیا تو انہوں نے اپنے تقیہ کا رنگ بدل کر اسے محبان اولادِ علی کا رنگ دے دیا اور اس کا رخ یزید کی طرف پھیر دیا۔

سودا دست بدستی یا رو قدر نہیں ادھار کی

یہاں اس باب میں شیعہ کی چند اور دلچسپ روایتیں ملاحظہ کر لیجئے تا کہ تشنگی باقی نہ رہے۔

(۱) اصولِ کافی صفحہ ۲۸۴:۔

عن ابی عبدالله قال اِنَّ مَثَلَ ابی طالب مِثْلُ اصحابِ الکهفِ اَسَرُّو الایْمان وَ اَظْهَرُوَالشِرکَ فَاٰتاهُمُ اللّٰهُ اَجْرَهُمْ مَرَّتَینِ.
حضرت جعفر صادقؒ سے روایت ہے کہ ابو طالب کی مثال اصحابِ کہف کی ہے کہ انہوں نے ایمان چھپا رکھا تھا اور کفر ظاہر کیا ہوا تھا تو اس پر اللہ نے انہیں دگنا ثواب دیا۔

(۲) تفسیر امام حسن عسکری مطبوعہ ایران صفحہ ۱۲۹ پر تقیہ کی اہمیت کی بابت حضور اکرم ﷺ سے ایک (موضوع) حدیث روایت کر دیگئی ہے۔

قال رسول الله مَثَلُ المئومِنِ لا تَقِیَّ لَه' کَمَثَلِ جَسَدِ لا رائسَ لَه'.
رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا تاریکِ تقیہ مومن کی مثال ایسی ہے جیسا بدن بغیر سر کے۔

شیعانِ کوفہ نے شاید کربلا میں اسی (موضوع) حدیث کو عملی جامہ پہنانے کے لئے حضرت حسینؓ کو شہید کیا اور پھر ان کا سر تن سے جدا کر کے یزید کے پاس بھجوادیا۔ کیونکہ ان کے نزدیک حسین تارکِ تقیہ تھے۔

(۳) اسی تفسیر کے اسی صفحہ (۱۲۹) پر لکھا ہے کہ تارکِ تقیہ جہنمی ہے اور اس کی نجات نہیں:۔

قال علی بن الحسین یَغْفِرُ اللّٰهُ لِلْمُئومنینَ مِنْ کُلِّ ذنبِ ویُطَهِرَه' فی الدنیا ما خَلَا ذَنبَینِ تَرْکُ التَقِیَّةِ وَتَضِیْعُ حُقوقُ الاخْوانِ.
حضرت زین العابدینؒ نے فرمایا اللہ مومن کے تمام گناہ بخش دیگا اور دنیا سے پاک کر کے نکالے گا مگر دو گناہ نہ بخشے گا ایک تقیہ کو چھوڑنا دوسرا بھائیوں کے حقوق ضائع کرنا۔

اب آپ ان شیعہ روایتوں (احادیث) کو بغور پڑھیں تو آپکو معلوم ہوگا کہ تقیہ کر کے شیعہ حضرات:۔

ا۔ کفر باللہ کریں۔
ب۔ خدا تعالیٰ سے شرک کریں۔
ج۔ زنار پہن لیں۔
د۔ بتوں کو سجدہ کریں۔
ر۔ آئمہ کو قتل کریں۔

تو وہ دگنے ثواب کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔ حضرت حسینؓ نے تقیہ ترک کر کے شیعوں کو ثواب لوٹنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اگر ابن زیاد وغیرہ شیعانِ کوفہ کو قتلِ حسینؓ پر مجبور کرتے اور شیعہ حضرات انکار کر دیتے اور نتیجتاً مارے جاتے تو اس صورت میں تارک تقیہ ہونے کی بناء پر وہ حرام موت مرتے۔ اس لئے انہوں نے اپنے لئے حلال زندگی کا راستہ منتخب کیا۔

اگر شیعہ مذہب پر قتل حسینؓ کے ضمن میں بحث کو یہیں ختم کر دیا جائے تو موضوع کے ساتھ شاید انصاف نہ ہو۔ آیئے شیعہ مذہب کے چند اور عقائد پر اسی ضمن میں بحث کرتے ہیں۔

موت آئمہ کے اختیار میں ہے

اصولِ کافی صفحہ ۱۵۸ (نول کشور) پر ایک شیعہ عقیدہ یو رقم ہے:۔

اِنَّ الائمةَ یعلمونِ حتّٰی یموتون وانهم لا یموتون الا باختیارهم.
بہ تحقیق آئمہ کرام اپنی موت کے دن کو جانتے ہیں کہ وہ کب مرینگے۔ اور بہ تحقیق وہ اپنے اختیار سے مرتے ہیں۔

لیجئے جب حضرت حسینؓ اپنے اختیار سے مرے ہیں تو پھر یہ رونا پیٹنا کیسا؟ میں حیران ہوں کہ جب حضرت حسینؓ کو معلوم تھا کہ وہ کربلا میں قتل کر دیئے جائیں گے تو پھر انہوں نے جان بوجھ کر خود کو ہلاکت میں کیوں ڈالا؟ کیا ایسا کرنا صریحاً حرام نہیں؟

چلو حضرت حسینؓ تو اپنے اختیار سے اپنے انجام کو پہنچے مگر انہوں نے اپنے اعوان و انصار کو کیوں عملاً ہلاکت میں ڈالا۔ کیوں شیعہ حضرات۔ کیا حضرت حسینؓ نے معاذ اللہ یہ سوچ رکھا تھا کہ میں نے تو کربلا میں بہر حال اپنے انجام کو پہنچنا ہے۔ ان لوگوں کو بھی کیوں نہ ساتھ لیتا چلوں۔ اس صورت میں باقی لوگوں کا قتل کس کے سر ہوا؟

اب اسی عقیدے کو ذرا اور پھیلایا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ بات حضرت علیؓ کے علم میں تھی کہ حضرت حسنؓ نے خلافت حضرت معاویہؓ کو حوالے کر دینی ہے۔ حضرت معاویہؓ نے یزید کے حوالے کر دینی ہے پھر یزید نے حضرت حسینؓ کو شہید کر دینا ہے۔ تو از روئے انصاف آپ ہی بتایئے کہ قتلِ حسینؓ کی سازش کی بنیاد کس نے رکھی؟

امام کو حلت و حرمت کے اختیارات حاصل ہیں۔

یہاں ہم اس ضمن میں شیعہ حضرات کا ایک اور عقیدہ زیرِ بحث لاتے ہیں۔ اصول کافی صفحہ ۲۷۸ پر امام تقیؒ سے روایت ہے۔

فَهُمْ یُحِلّوْنَ مَا یَشَائُوْنَ وَ یُحَرِّمُوْنَ مَا یَشَائُوْن.
پس آئمہ حلال کر لیتے تھے جسکو چاہتے تھے اور حرام بنا دیتے تھے جس کو چاہتے تھے۔

تو اس تمام بحث سے نتیجہ یہ نکلا کہ:۔

ا۔ حضرت علیؓ کو علم تھا کہ حضرت حسنؓ نے خلافت حضرت معاویہؓ کے سپرد کر دینی ہے۔
۲۔ حضرت حسنؓ کو علم تھا کہ حضرت معاویہؓ نے خلافت یزید کے سپرد کر دینی ہے۔
۳۔ حضرت حسینؓ کو علم تھا کہ وہ خود بھی قتل کر دیئے جائیں گے اور ان کے اعوان و انصار بھی تباہی سے دوچار ہوں گے مگر پہلے دو آئمہ نے حضرت حسینؓ کا قتل اپنے اوپر حلال کر لیا تھا اور خود حضرت حسین نے اپنا اور اپنے اعوان و انصار کا قتل اپنے اوپر حلال کر لیا تھا۔

اک معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا

مگر اس پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ جب قتل حسینؓ از روئے مذہب شیعہ حلال قرار دیا جاچکا تھا تو پھر قاتلانِ حسینؓ مجرم تو نہ ٹھہرے کیونکہ کارِ حلال کا سرانجام دینے والا ثواب کا مستحق ہوتا ہے نہ کہ مجرم؟

کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا

حاصل گفتگو

تمام دلائل اور شواہد جو کہ مناظرے کے لئے تیار کئے گئے ان سے مندرجہ ذیل باتیں زیرِ بحث آ کر پایہ ثبوت کو پہنچیں:

۱۔ مدعیان نے قتلِ حسینؓ کا دعویٰ شیعانِ کوفہ پر دائر کیا ہے۔

۲۔ مدعیان آئمہ اور اہل بیت آئمہ ہیں جو تمام مسلمانوں کے نزدیک لائق احترام ہیں بقولِ شیعہ وہ معصوم ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان کے پاس غلط بیانی کی کوئی وجہ موجود نہیں اس لئے وہ اپنے دعویٰ میں صادق ہیں۔

۳۔ قاتلانِ حسینؓ خود اپنے جرم کا اقرار کر چکے ہیں۔

جو شیعہ حضرات اہلِ سنت والجماعت کو قتلِ حسینؓ کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں تو ہماری ان سے درخواست ہے کہ وہ:۔

۱۔ اہلسنت والجماعت کے خلاف مدعیان کے دعویٰ کی نقول پیش کریں۔

۲۔ ثبوت پیش کریں کہ اہلِ سنت والجماعت نے خطوط لکھ کر یا کسی اور طریقے سے حضرت حسینؓ کو کوفہ مدعو کیا تھا۔

۳۔ ثبوت پیش کریں کہ کوفہ میں اہل سنت والجماعت رہتے تھے اور دورانِ جنگ وہ حضرت حسینؓ کی مخالف فوج میں شامل تھے۔

۴۔ اہلسنت والجماعت نے اگر کہیں پر اقرارِ جرم کیا ہے تو اسکی نقل پیش کی جائے۔

۵۔ گواہ کے طور پر آئمہ یا انہی کی حیثیت کے لوگ پیش کیے جائیں۔

وگرنہ ہم یہ اعلان کرنے میں حق بجانب ہونگے کہ یہ ماتم یہ تعزیہ داری تقیہ کے سوا کچھ بھی نہیں۔ یہ شناخت سے بچنے کے لئے خود چور کا شور مچانا ہے۔ چور! چور!! چور!!!

کتابیات

۱۔ نہج البلاغۃ
۲۔ ذبح عظیم
۳۔ ناسخ التواریخ
۴۔ مجالس المومنین
۵۔ خلاصۃ المصائب
۶۔ جلاء العیون
۷۔ احتجاج طبرسی
۸۔ رجال کشی
۹۔ نہج الاحزان
۱۰۔ طراز مذہب مظفری
۱۱۔ منتہی الامال
۱۲۔ البدایہ والنہایہ
۱۳۔ تفسیر حسن عسکری
۱۴۔ تاریخِ طبری
۱۵۔ اصولِ کافی